اداریہ

خدا کا شکر ہے کہ راہ نجات کا پہلا شمارہ ماہ جنوری میں شائع ہوا۔ پڑھے لکھے لوگوں نے توقع سے زیادہ ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس وقت جس طرح اغیار خدا فراموش طرز اور مادی فلسفہ کے متعلق اپنی کتابیں شائع کر رہے ہیں ان کے مقابلہ میں اگر چہ ہماری کوششیں نفی میں بھی نہیں ہیں مگر مثبت انداز میں اتنی زیادہ حوصلہ افزا بھی نہیں ہیں۔ ہمارے اخبارات اور رسائل تجارتی اشتہارات اور افسانوں سے بھرے ہوتے ہیں اور دینی و اخلاقی اقدار کے متعلق مضامین نسبت وتناسب کے اعتبار سے کف افسوس ملنے کے مترادف ہوتے ہیں۔ دوسری طرف سے مادی فلسفے نے ہمارے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے ذہن کو اتنا متاثر کیا ہے جس سے ان کا ذہن ہمیشہ اسی میں الجھا رہتا ہے۔ حالانکہ مادی اشیاء کا زیادہ سے زیادہ ماحصل یہی ہے کہ ہمارا جسم پھلے پھولے اور ہمیں دنیاوی اعتبار سے کچھ جسمانی راحت نصیب ہو جائے۔ اگر چہ انسان کی جسمانی ضرورتوں کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے پھر بھی یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسان جسم وروح کا مرکب ہے نہ جسم کو ہی انسان کہہ سکتے ہیں اور نہ روح ہی کو انسان کہہ سکتے ہیں۔ جسمانی ضرورتوں کا سامان اللہ نے اسی دنیا کے آب و خاک میں اپنی قدرت سے چھپا کر رکھا ہے مگر اس کے روحانی ترقی کا سامان قرآن شریف کی شکل میں آسمان سے نازل فرمایا ہے۔ حضرت علامہ اقبال کا شعر ہے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

(ترجمہ) اے آدم کے بیٹے اگر تو مسلمان کی حیثیت سے اس دنیا میں زندہ رہنا چاہتا ہے تو وہ قرآن کے بغیر ناممکن ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ قرآنی تعلیمات، احادیث رسول، حیات صحابہؓ، ائمہ مذاہب، اولیاء

کرامؒ، بزرگان دین اور علمائے امت کے حالات وواقعات ایسے دلنشین انداز میں پیش کئے جائیں جس سے امت کے تمام افراد کی عموماً اور نوجوانان ملت کی خصوصاً صحیح رہبری ہو سکے۔

آج کے شمارے میں مذاہب اربعہ کے ائمہ اور محدثین عظام کے حالات، واقعات اور ان کے کارنامے آسان اردو میں پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ہماری نوجوان پود انکی علمی برتری اور خدمات سے کسی قدر واقفیت حاصل کرے اور ان کی اقتداء کو اپنے لئے سرمایہ فخر تصور کرے۔ علامہ اقبال کا شعر ہے۔

زِ اجتہاد عالمانِ کم نظر
اِقتداء بر رفتگاں محفوظ تر

(ترجمہ) کم نظر عالموں کے اجتہاد سے زیادہ محفوظ طریقہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کے جو بڑے بڑے امام اور مجتہد گذرے ہیں ان کی اقتداء کی جائے۔

یہ تب تک ممکن نہیں ہے جب تک ہمیں ان کے متعلق صحیح معلومات نہ ہوں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر یہ رسالہ ترتیب دیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ اس سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو فائدہ پہنچے گا اور ان کی دینی و روحانی ترقی کا پیش خیمہ ثابت ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو بار آور ثابت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مدیر

پیش لفظ

دنیا کے اندر ہزاروں قسم کے علوم پائے جاتے ہیں اور ہر علم کی اپنی اپنی جگہ ایک اہمیت ہے۔لیکن ان تمام علوم میں سب سے اہم اور سب سے زیادہ ضروری علم وہ ہے جو ایک انسان کو یہ بتائے کہ انسان کا مقصد حیات کیا ہے؟ انسان کہاں سے آیا ہے اور انسان کو کہاں جانا ہے،اس دنیا کے اندر انسان کو کس لئے لایا گیا ہے۔اگر ایک انسان لاکھوں علوم حاصل کرے لیکن اس بنیادی علم سے اپنے آپ کو نا آشنا رکھے تو اس سے زیادہ کوئی خسارے میں نہیں ہے۔اسی لئے مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے ؎

صد ہزاراں فضل دارد از علوم

جان خود را می نہ داند ایں ظلوم

(ترجمہ)افسوس اس انسان پر کہ یہ مختلف علوم میں سینکڑوں ، ہزاروں اور لاکھوں فضیلتیں حاصل کر چکا لیکن یہ ظالم ابھی اپنے آپ کو نہیں پہچان سکا۔اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ ’’من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ ‘‘(ترجمہ) جس نے اپنے آپ کو پہچانا اسی نے اپنے رب کو پہچانا۔

نفس اور رب کو پہچاننے میں دنیا کے اندر قرآن سے بڑھ کر اور کوئی کتاب رہبر نہیں ہے جس میں اللہ رب العزت نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان ہی ابھرنے والے سوالات کا تشفی بخش جواب مرحمت فرمایا ہے اور کامیابی کا صحیح طریقہ بیان فرمایا ہے۔اور واضح انداز سے سمجھایا ہے کہ انسان کہاں سے آیا ہے، کس لئے آیا ہے اور مرنے کے بعد اس کو کہاں جانا ہے۔ان سوالات کا جواب نہ دنیا کے آرٹس مضامین میں ملے گا، نہ فل میڈیکل اور نان میڈیکل مضامین میں ملے گا۔ہاں اگر فہم سلیم ہو تو یہ مضامین ان کو اس جستجو میں ممدو معاون بن سکتے ہیں اور اگر اس نعمت سے محروم ہوگا تو ان میں حد سے زیادہ انہماک خدا سے دوری کا سبب بھی بن سکتا ہے۔جیسا کہ آج کل مشاہدے میں آتا

ہے۔لہٰذا وہ علم جو حق کی طرف رہبری نہ کرے سراسر جہالت ہے۔اس لئے خدا کے احکام کو جاننا پھر ماننا از حد ضروری ہے۔ان احکام کی دو قسمیں ہیں۔ایک وہ احکام ہیں جن کے انجام دینے کے لئے ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء کی ضرورت اور حاجت ہے۔مثلاً نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ وغیرہ۔دوسرے احکام وہ ہیں جس میں نسان کے اعضاء کی محتاجی نہیں ہے بلکہ ان کا دل سے تسلیم کرنا ہی کافی ہے، مثلاً اللہ کو ایک جاننا، اللہ کو سننے والا، دیکھنے والا، علم والا سمجھنا، یا قیامت اور جنت و دوزخ کو حق ماننا۔قبر کے عذاب وثواب کا یقین کرنا، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا وغیرہ۔امت کے بڑے بڑے علماء اور ائمہ مثلاً امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ حضرات نے لوگوں کی آسانی کیلئے قرآن واحادیث سے پہلی قسم کے احکام کو نکال کر بڑی تفصیل کے ساتھ الگ مرتب کیا اور اس علم کا نام فقہ رکھا۔اور دوسری قسم کے احکام کو بڑی تفصیل کے ساتھ الگ لکھا اور اس کا نام عقائد رکھا۔ان حضرات نے اس بارہ میں اتنی مشقتیں اٹھائیں جن کا اندازہ بھی ہم نہیں کر سکتے ہیں۔قرآن وحدیث سے عقائد و مسائل کا اخذ کرنا جتنا ان کے لئے آسان تھا اتنا ہمارے لئے آسان نہیں ہے۔کیونکہ ان ائمہ حضرات کا زمانہ بڑے بڑے حضرات محدثین کے زمانے سے بھی حضور ﷺ کے زمانے سے قریب تر تھا جن میں امام بخاریؒ و امام مسلمؒ وغیرہ حضرات بھی شامل ہیں۔ان کے بعد حضرات محدثین نے احادیث کو بھی محفوظ رکھنے کے لئے الگ سے محنت چلائی تاکہ احادیث کا جتنا ذخیرہ بھی ممکن ہو سکے افراد امت تک محفوظ طریقے سے پہنچ جائے۔لیکن انہوں نے مسائل کا ذخیرہ ائمہ مذاہب کی طرح مرتب نہیں فرمایا کیونکہ یہ کام ان سے پہلے علم فقہ کے امام صاحبان انجام دے چکے تھے اور ان کی رسائی بھی بعد میں آنے والے محدثین حضرات سے زیادہ تھی۔کیونکہ زمانہ کے اعتبار سے بھی ان ہی کا زمانہ حضور ﷺ کے زمانے کے بلکل قریب تھا اور جس حدیث کی سند کے لئے حدیث کے اماموں کو کئی کئی واسطے ڈھونڈنے پڑے

ان حضرات کو حضورﷺ اور صحابہؓ کا قریبی زمانہ پانے کی وجہ سے اتنے واسطے ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی ۔لہٰذا مسائل کے اخذ کرنے میں احادیث سے مدد لینے کے جتنے مواقع ان کو دستیاب تھے وہ ان کے بعد والوں کو قدرتی طور پر نہیں ہو سکتے تھے اس لئے ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ انہوں نے جتنے مسائل بیان کئے ہیں وہ ضرور بالضرور ان کی دیانت کے مطابق صحیح ہونگے ۔اس معاملہ میں بڑے بڑے علماء نے چھان بین بھی کی اور انہوں نے پورے اعتماد کے ساتھ بیان فرمایا کہ چاروں مذاہب کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے ۔فقہ کے امام صاحبانؒ نے فرمایا ہے کہ اگر انہیں کوئی مسئلہ کسی ضعیف حدیث کے خلاف بھی ملے گا تو وہاں پر ہمارے بیان کردہ مسئلہ کے بجائے حدیث ہی کا اتباع کرنا چاہئے ۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم شک میں پڑ جاویں کہ علم فقہ کے امام صاحبان نے ضرور کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف بیان کیا ہوگا بلکہ اس سے ان کے اس اعتماد اور یقین کا اظہار ہوتا ہے کہ ان کے بیان کردہ مسائل عین قرآن وحدیث کے مطابق ہیں امت کے تقریباً سبھی علماء نے ہر زمانے میں اس کو مانا ہے اور آج بھی امت کا اکثریتی طبقہ چاہئے وہ علماء کا ہو یا عام افرادِ امت کا، ان ہی ائمہ حضرات کی تقلید کو تھامے ہوئے ہے ۔اس معاملہ میں حضرت مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی دہلویؒ کی کتاب ’’عقائد الاسلام‘‘ ایک بیش بہا علم کا خزانہ ہے جس کو سمجھنا اگرچہ آج کے اس دور انحطاط میں عام تعلیم یافتہ حضرات کو ذرا مشکل ہے لیکن حضرات علمائے کرام کے لئے کوئی مشکل نہیں ۔عام تعلیم یافتہ حضرات کی اسی مشکل کو ذرا آسان بنانے کے لئے احقر نے اس رسالے کا کچھ حصہ سوال وجواب کی شکل میں مرتب کیا ہے اور تھوڑی بہت تسہیل کی ہے تاکہ جو حضرات مشکل الفاظ سمجھنے میں کچھ دقت محسوس کرتے ہیں ان کے لئے قدرے آسانی پیدا ہو جائے ۔اگر حضرات علماء کو اس میں کہیں کوئی کمزوری نظر آئے تو بصد آداب گذارش ہے کہ وہ احقر کو مطلع فرمائیں تاکہ میری بھی اصلاح ہو جائے ۔رسالہ زیر نظر کسی کی دل آزاری کے لئے تصنیف نہیں کیا گیا

ہے اگر کہیں کسی طبقہ کا نام بھی لیا گیا ہے وہ صرف خیر خواہی کے جذبے کے تحت ہی لیا گیا ہے ۔خدا ہمیں ائمہ فقہ، ائمہ حدیث اور علمائے امت کی صحیح قدردانی کرنے کی توفیق نصیب فرمائے ۔آمین ۔

احقر العباد

عاصی غلام نبی وانی فتحگڈھی

قول زرین

اگر آپ کا منصوبہ سال بھر کے لئے ہے تو کھیتی کاشت کرو اور اگر آپ کا منصوبہ دس سال کے لئے ہے تو درخت اگاؤ اور اگر آپ کا منصوبہ دائمی ہے تو علوم دینیہ کے ذریعے افراد سازی کا کام کرو کیونکہ علم ایک لازوال دولت ہے ۔

''راہِ حق''

کیا صرف بخاری شریف سے ہی مسائل کا جواب تلاش کرنا انصاف ہے؟

صدیوں سے مسلمان لفظِ حنفی ،شافعی ،مالکی ،حنبلی سنتے آئے اور اس وقت بھی کہنے اور سننے میں یہ الفاظ آتے ہیں لیکن تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے کبھی ایک دوسرے کو حنفی ،شافعی ،مالکی ،حنبلی کہنے اور کہلوانے پر نہیں ٹوکا بلکہ ہر ایک طبقہ دوسرے کو اپنا بھائی تصور کرتا تھا۔بدقسمتی سے موجودہ زمانے میں اس کے خلاف دیکھنے اور سننے میں آتا ہے جس کا ظہور اس طرح ہوا کہ اہل حدیثیت کے تحت اس سلسلہ میں ایک زوردار تحریک چلائی جارہی ہے اور صاف الفاظ میں اس بات کی تبلیغ کی جارہی ہے کہ حضورﷺ کے زمانے میں نہ کوئی حنفی تھا اور نہ کوئی شافعی ،مالکی اور حنبلی تھا ۔یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔صحابہ کرامؓ صرف قرآن اور حدیث پر عمل کرتے تھے لہٰذا ان کے لئے حنفی ،شافعی ،مالکی ،حنبلی وغیرہ قسم کے الفاظ استعمال کرنے کے بجائے لفظِ اہل حدیث کہنا زیادہ مناسب ہوگا یا یہ لفظ اپنے اندر زیادہ وسعت رکھتا ہے اس سلسلے میں آسان اردو زبان میں رسالے لکھے جاتے ہیں اور مفت تقسیم کئے جارہے ہیں چونکہ عام مسلمانوں کا دینی علم اور اسلامی معلومات موجودہ زمانے میں بہت ہی کمزور ہیں اس لئے ان کے سامنے جو کچھ پیش کیا جارہا ہے وہ اس کو حق سمجھ کر قبول کرتے ہیں اور تجربے میں یہ بات روزِ روشن کی طرح آئی ہے کہ آہستہ آہستہ یہ لوگ اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں جس رنگ میں رنگنا اہل حدیث حضرات کا مقصد ہوتا ہے اگر بات اسی حد تک قائم رہتی کہ کوئی شخص چند باتوں میں حنفی ،شافعی ،مالکی اور حنبلی طریقوں سے ہٹ کر اہل حدیث حضرات کی چند باتیں اپناتا تو پھر بھی معاملہ اتنا خطرناک نہیں تھا جتنا کہ اس بات سے یہ مسئلہ خطرناک بن گیا ہے کہ یہ نیا اہل حدیث بننے والا طبقہ ان بڑے بڑے اماموں پر اعتراضات کرنے لگتا ہے اور حد یہ ہے کہ حق اپنے ہی اندر سمجھتے ہیں اور دوسروں کو یعنی چار اماموں کے طریقوں پر چلنے

والے کو حقیر نظر سے دیکھتے ہیں۔یہ طبقہ اتنی شہرت ہرگز حاصل نہ کرتا اگر تین اماموں کے طریقے پر چلنے والے علماء عموماً اور حنفی علماء خصوصاً اس طرف پوری توجہ دے کر دفاع کرتے۔اور بروقت اپنے مال اور جان کی بازی لگا کر اماموں اور بزرگانِ دین کا دفاع کر کے عام مسلمانوں کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرتے۔واقعہ یہ ہے کہ اہل حدیث حضرات اپنے چند مخصوص مسائل کو رواج دینے کی جتنی کوشش کررہے ہیں اگر حنفی علماء اس وادی کشمیر میں اس کا دسواں حصہ بھی کوشش کرتے تو ان کا طریقہ سرینگر شہر میں اتنی شہرت اور مقبولیت حاصل نہیں کرتا جتنا کہ اس وقت مشاہدے میں آتا ہے۔اہل حدیث حضرات کے دلوں میں ایک خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ آخر اس میں پریشان ہونے کی بات ہی کیا ہے کہ اگر اہل حدیث کا طریقہ عام ہوجائے تو کون سا پہاڑ ٹوٹ جائے گا۔آخر ہم حدیثوں کو بنیاد بنا کر ہی تو طریقہ محمدیﷺ کو عام رواج دینے کی کوشش کرتے ہیں۔یہ عام حنفی وغیرہ تو اپنے اماموں کا حوالہ دے کر بات پیش کرتے ہیں اور ہم حدیثوں کا حوالہ دے کر بات پیش کرتے ہیں ۔آخر ظاہر میں تو یہی لگتا ہے کہ ہماری ہی دلیل اور ہماری ہی بات تو زیادہ قوی ہے۔اس کے جواب میں عرض یہ ہے کہ آپکو ثابت کر کے دینا پڑے گا کہ اماموں کی کون سی بات حدیث کے خلاف ہے ۔یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ جتنے بھی مسائل میں حنفی طریقہ کے خلاف عمل کررہے ہیں ان تمام مسائل میں حنفی علماء کے پاس قرآن وحدیث کے مضبوط دلائل ہیں لہٰذا وہ قرآن اور حدیث سے ہٹ کر کوئی عمل نہیں کرتے ہیں۔اہل حدیث حضرات زیادہ تر بخاری شریف کا حوالہ پیش کرتے ہیں اور اس زور سے کرتے ہیں کہ گویا یہی ایک کتاب حدیث کی ہے۔اور ذخیرہ حدیث میں صرف یہی ایک کتاب اسلامی دنیا میں حوالہ دئے جانے کے قابل ہے۔اگر چہ یہ بات سارے اہل حدیث حضرات کے متعلق نہیں کہی جاسکتی بلکہ نچلی سطح کے لوگوں سے ہی زیادہ تر مشاہدے میں آتی ہے لیکن ''ہر درخت اپنے پھل کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے'' والے مقولہ کی روشنی میں ان لوگوں کے

بڑوں کو اس ذمہ داری سے الگ نہیں کیا جاسکتا ہے۔امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔تعلیم حاصل کی اور علم حدیث کے امام بن گئے ہمیں ان کی دیانت پر پورا پورا اعتماد ہے۔اسی طرح امام مسلمؒ ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔تعلیم حاصل کی اور علم حدیث کے امام بن گئے امام بخاریؒ کی طرح ہمیں ان کی دیانت پر بھی پورا پورا اعتماد ہے۔امام بخاری نے بخاری شریف مرتب کی اور امام مسلم نے مسلم شریف مرتب کی ۔دونوں حدیث کی صحیح کتابیں ہیں ۔ان دونوں کتابوں کو دنیا میں عربی زبان میں صحیحین یعنی دو صحیح کتابوں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔امام ابن ماجہؒ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے ۔تعلیم حاصل کی اور علم حدیث کے امام بن گئے ۔سنن ابن ماجہ کے نام سے کتاب مرتب کی، یہ کتاب حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک شمار کی جاتی ہے۔جس طرح چھ صحیح کتابوں میں بخاری شریف اور مسلم شریف صحیح شمار کی جاتی ہیں۔اسی طرح یہ کتاب بھی اس فہرست میں ایک شمار کی جاتی ہے۔

اسی طرح امام ابوداؤدؒ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔تعلیم حاصل کی اور علم حدیث کے امام بن گئے ۔ابوداؤد شریف کے نام سے کتاب مرتب کی یہ کتاب بھی حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک شمار کی جاتی ہے۔یعنی علماء نے جن چھ کتابوں کے صحیح ہونے پر اتفاق کر لیا ہے ان میں سے ایک کتاب ابوداؤد شریف بھی ہے۔امام ترمذیؒ ۲۰۹ھ مین پیدا ہوئے۔تعلیم حاصل کی اور علم حدیث کے امام بن گئے ۔ترمذی شریف کے نام سے حدیث کی کتاب مرتب کی۔ان کی یہ مرتب کی ہوئی کتاب بھی حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک تسلیم کی جاتی ہے۔امام نسائیؒ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔تعلیم حاصل کی اور علم حدیث کے امام بن گئے ۔نسائی شریف کے نام سے حدیث کی کتاب مرتب کی اور اس کتاب کا شمار بھی علماء کے نزدیک حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں ہوتا ہے۔یہ تفصیل بیان کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ جس طرح امام بخاری نے علم حدیث کی خدمت کی ہے اسی طرح ان بزگوں نے بھی حدیث کی خدمت کی۔جو زمانہ امام بخاریؒ نے پایا تھا وہی زمانہ ان بزرگوں نے بھی پایا تھا۔

کسی کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی تو کسی کی پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی۔تمام حضرات کی پیدائش کا زمانہ تقریباً معمولی فرق کے ساتھ ایک ہی ہے۔جو حالات امام بخاری نے پائے وہی حالات ان بزرگوں کے سامنے بھی تھے۔علم حاصل کرنے کے جو ذرائع امام بخاریؒ کے لئے میسر ہو سکتے تھے وہ ان بزرگوں کیلئے بھی میسر تھے۔اسلاف میں سے جن کی ملاقات یا زیارت کا شرف امام بخاری کو حاصل ہوسکتا تھا وہ عقلی اور نقلی طور پر ان بزرگوں کو بھی حاصل ہوسکتا تھا۔سنت اور بدعت کے درمیان تمیز کرنے کا جو سلیقہ امام بخاری کو خدائے تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا وہ سلیقہ ان بزرگوں کو بھی عطا ہوا تھا۔دین کی خدمت کا جو درد امام بخاریؒ کو عطا ہوا تھا وہ ان بزرگوں کو بھی تھا۔اگر امام بخاریؒ نے بخاری شریف کو اس لئے مرتب فرمایا تھا کہ آئندہ اُمت گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے تو ان بزرگوں نے بھی تو آخر اسی جذبے کے تحت ان کتابوں کو مرتب کیا تھا۔پھر کیا وجہ ہے کہ اہل حدیث حضرات زیادہ تر امام بخاریؒ کے حوالہ جات پیش کر کے اپنے مقاصد ومطالب کو بیان کرنے پر زور دیتے ہیں اور دوسرے بزرگوں کو طاق نسیان میں ڈالتے ہیں۔جبکہ ان دوسرے بزرگوں کی دیانت اور علم کچھ کم نہیں ہے۔اور ان کے سامنے بھی علم حدیث مرتب کرنے کا وہی مقصد تھا جو امام بخاریؒ کے سامنے تھا۔یہ بات ہم آئندہ ثابت کر کے دیں گے کہ جب امام بخاریؒ کی کسی روایت کے مقابلہ میں ایک دوسری روایت پیش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس معاملہ میں یوں بھی حدیث آئی ہے تو صرف یہ کہہ کر بات کالعدم کی جاتی ہے کہ صاحب آپ کو معلوم نہیں کہ قرآن کے بعد اگر کوئی صحیح کتاب روئے زمین پر موجود ہے تو وہ صحیح بخاری ہے۔لہٰذا اسی بات کی بنیاد پر ہر دوسری حدیث کو نامنظور کیا جاتا ہے۔جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب بخاری شریف کی بات آجائے تو زبان بند کرو۔نہ ترمذی کا نام لو۔نہ ابوداؤد شریف اور نہ کسی دوسرے امام کا یا اس کی تصنیف کا۔ہمارے نزدیک یہ ایک قسم کی سینہ زوری ہے۔اور ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ صاحب آپ اپنی پیش

کردہ بات کی حقیقت کو خود بھی نہیں سمجھتے ہو یہ بات کہ بخاری شریف قرآن مجید کے بعد ایک صحیح کتاب ہے اپنی جامعیت کے اعتبار سے ہے اس کا یہ ہرگز ہرگز مطلب نہیں کہ امام بخاریؒ کی بیان کردہ حدیث کے بالمقابل ہر حدیث رد کئے جانے کے قابل ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ امام بخاریؒ نے جتنی بھی حدیثیں بیان کی وہ دیانت داری کے ساتھ بیان کی ہیں اور ان احادیث کی سند صحیح ہے۔ مثلاً امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث فلاں ایماندار آدمی سے سنی ہے اور اس نے فلاں آدمی سے سنی ہے اور اسی طرح اس کا سلسلہ حضورﷺ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس بات سے ہمارا پورا اتفاق ہے کہ بات اسی طرح ہے۔ لیکن اس سے یہ بات کہاں ثابت ہوجاتی ہے کہ حضورﷺ آخری وقت تک اسی عمل پر قائم رہے اور امت کی آسانی کے لئے آپﷺ نے اور کوئی عمل کر کے نہیں دکھایا۔ کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضورﷺ نے امت کی آسانی کے لئے ایک کام مختلف طور سے ادا کیا۔ بقول مولانا عبدالحق حقانی صاحبؒ اگر ایک ہی طور پر ہو تو بعض کو دقت پیش آوے مثلاً نماز میں اکثر آپﷺ سوائے تکبیر تحریمہ کے ہاتھ نہ اُٹھاتے تھے اور کبھی اُٹھا بھی لیتے تھے پس جس صحابی نے رفع یدین کرتے دیکھا اس کی روایات امام شافعیؒ کو پہنچیں اور انہوں نے رفع یدین نماز میں سنت سمجھا۔ اور جس صحابی نے رفع یدین کرتے نہ دیکھا تو اس کی روایات امام ابوحنیفہؒ کو پہنچیں ان کے نزدیک نماز میں رفع یدین نہ کرنا سنت ٹھہرا۔ اسی طرح مولانا عبدالحق صاحبؒ فرماتے ہیں بعض کام کو نبیﷺ نے ابتداء میں کیا پھر اس کو ترک کر دیا جس صحابی نے کہ کرتے دیکھا اور پھر اس کو ترک کی خبر نہ پہنچی اس نے اس کو سنت سمجھا پس اس کی روایت جس امام کو پہنچی اس کے نزدیک سنت ٹھہرا اور جس صحابی نے آپ کو ترک کرتے دیکھا اس کی روایت دوسرے امام کو پہنچی اس نے ترک کرنا سنت جانا اسی قسم کا معمولی اختلات اماموں کے درمیان ہے۔ کوئی اصولی اور عقائد کا اختلاف اماموں کے درمیان نہیں۔ مذکورہ بحث سے ہمارا مقصد صرف یہ بات بیان کرنا ہے کہ مسلمان نوجوانوں کا ذہن

اس طرح پرورش نہ پا سکے کہ جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ بیان کیا جائے تو وہ یہ کہہ کر مسئلہ بیان کرنے والے کو ٹوکیں کہ یہ مسئلہ بخاری شریف میں میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس طرح کے آثار و قرائن نظر آرہے ہیں ورنہ ہمارا مقصد امام بخاری کی جلیل القدر شان کے خلاف لب کشائی کرنا ہرگز نہیں ہے۔ خدا ان کی پاک روح کو ہم سے خوش رکھے۔ آمین

حدیث کو فقہ سے مت لڑاؤ

کچھ لوگ کبھی ایک مسئلہ کی تائید میں حدیث پیش کرتے ہیں۔ یہ لوگ عام طور پر ہمارے اہل حدیث بھائی ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنی سمجھ اور فہم کے مطابق اس کا برعکس مسئلہ حدیث کے خلاف نظر آتا ہے۔ ایسے لوگوں کو بڑا دکھ ہوتا ہے کہ اماموں کی فقہ پر لوگ اصرار کیوں کرتے ہیں جبکہ ایک حدیث پیش کی جارہی ہے۔ چونکہ مسائل جو بڑے بڑے اماموں نے بیان کئے ہیں وہ بھی قرآن اور حدیث سے ہی انھوں نے نکالے ہیں اس لئے اس پر غصہ میں آنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یا تو یہ بات ثابت کرنی پڑے گی کہ یہ بڑے بڑے امام علم حدیث نہیں جانتے تھے اور انھوں نے جو کچھ لکھا ہے یا کہا ہے وہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اگر ایسا ثابت نہیں کرسکتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ ہماری نظر اور ہمارا علم محدود ہے اور ہم ان بزرگان دین کے فہم دین کی گہرائی تک نہیں جا سکتے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ علامہ اقبالؒ کا شعر ؎

زِ اجتہادِ عالمان کم نظر
اِقتداء بر رفتگاں محفوظ تر

ترجمہ: کم نظر عالموں کے اجتہاد سے بہتر یہ ہے کہ پرانے بزرگان دین کی اقتداء یعنی اتباع کی جائے۔

ہم نے ذرا پیچھے محدثین کی پیدائش کے سال لکھے ہیں اب ذرا تھوڑا سا آگے چل کر

پڑھنے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ایسا کرنے سے ہمارا مقصد کیا ہے۔ میں کھول کر بیان کر رہا ہوں کہ فقہ کے جو بڑے بڑے امام گذرے ہیں ان کی پیدائش بہت پہلے ہوئی ہے اور علم حدیث حاصل کرنے کی جتنی سہولت ان کے پاس تھی اور صحابہ و تابعین کے ساتھ جتنی آسان ان کی ملاقات تھی اتنی آسان ان حدیث کے امام صاحبان کے لئے نہیں تھی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک بات فرض کر لی جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس صحیح حدیث نہیں پہنچی ہوگی۔ اور کسی عبادت کے متعلق حضورﷺ کا آخری عمل کیا تھا یہ بات امام ابوحنیفہؒ کو معلوم نہیں ہوئی ہوگی۔ یہ بات بھی ان ہی چھ حدیث کے اماموں کو پہنچی ہوگی لہٰذا ہمیں اماموں کی تقلید سے آزاد ہو کر اپنا ایک الگ مسلک بنانے کی اجازت ہے۔ کیا اماموں کے چار مذاہب مرتب کرنے کے خلاف حدیث کے اماموں نے حدیث کی کتابیں مرتب کی تھیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ بڑے بڑے حدیثوں کے امام ان ہی چار مذاہب کے اماموں کے شاگرد تھے۔ پھر یہ بدظنی کیوں۔ خدائے بچائے۔ ان حدیث کے اماموں نے تو علم حدیث پر اس لئے محنت کی کہ حضورﷺ کی باتیں امت تک پہنچ جائیں۔ جب وہ باتیں مرتب ہوئیں تو ان سے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور دیگر امام صاحبان کے مذہبوں کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے جتنے بھی مسائل بیان کئے ہیں وہ ان کے ذہن کی ایجاد نہیں بلکہ عین حدیث کے مطابق ہیں۔ جیسا کہ حضرت انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں میں نے زندگی کے تیس برس اس تحقیق میں صرف کئے کہ آیا حنفی مذہب عین حدیث کے مطابق ہے یا نہیں۔ سو الحمد للہ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ حنفی مذہب عین حدیث کے مطابق ہے۔ دیکھا میرے اہل حدیث بھائیو کہ جس جلیل القدر عالم کے ایک شاگرد فیض الباری کے نام سے بخاری شریف کی عربی شرح مرتب فرمائی ہے تیس سال تحقیق کی اور اس نتیجے پر پہنچ گئے۔ تو میری اور آپ کی حیثیت کیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ علم دین حاصل کیا اور فقہ کے امام بن گئے۔ امام مالکؒ

۹۳ھ میں پیدا ہوئے علم دین حاصل کیا اور فقہ کے امام بن گئے۔ امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے یہ وہی سال ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ وفات پا گئے علم دین حاصل کیا اور فقہ کے امام بن گئے۔ امام احمد بن حنبلؒ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ علم دین حاصل کیا اور فقہ کے امام بن گئے۔ اس تفصیل سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ عام ناظرین کو یہ معلوم ہو جائے کہ فقہ کے اماموں کا زمانہ حدیث کے اماموں کے زمانے سے پہلے کا ہے لہٰذا غور کرنے کا مقام ہے کہ جب اماموں نے زمانہ بھی اوّل پایا اور صحبت بھی صحابہ اور تابعین کی حاصل کی تو اس حدیث پاک کی روشنی میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے بہتر زمانہ میرا ہے اور پھر وہ زمانہ جو ہمارے زمانہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور پھر وہ زمانہ جو اس کے ساتھ ہو یہی فقہ کے امام زیادہ واجب الاحترام ہیں جنہوں نے قرآن کا علم سیکھا اور حدیث کا علم سیکھا اور پھر خوب کوشش کر کے (جس کو اِجتہاد کہا جاتا ہے) علم فقہ مرتب کیا ہے اور اس طرح ہم پر ایک عظیم احسان کیا جس کا بدلہ خدا کے بغیر اور کوئی نہیں دے سکتا ہے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ میں نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ جہاں امام ابوحنیفہؒ نے کوئی مسئلہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے بیان کیا ہے کیا اس کے بالمقابل کسی دوسرے امام نے اسی قسم کے مسئلے میں کوئی حدیث پیش کی ہے تو تحقیق کرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کے بالمقابل جو مسئلہ پیش کیا گیا ہے وہ بھی دوسرے امام صاحب نے قیاس ہی کی بنیاد پر پیش کیا ہے۔ اور حنفی مذہب میں دو تین مسئلے ہی ایسے ہیں جن کی پشت پر مجھے کوئی حدیث نہیں ملی۔ لیکن بالمقابل جتنے مذاہب ہیں ان کے پاس بھی ان مسئلوں کے متعلق کوئی حدیث نہیں ملی۔ اب دس لاکھ مسائل جو امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں نے بیان فرمائے اس میں اگر دو تین مسئلے ایسے ہیں جہاں امام ابوحنیفہؒ نے قرآن اور حدیث کی عطا کردہ اجازت (قیاس) سے بحیثیت ایک مجتہد کے کام لیا تو کونسا جرم کیا۔ خدا ہمیں عقل سلیم نصیب فرمائے۔ جب ہزاروں محدث اور لاکھوں علماء اس

بات کا علان فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک عین قرآن اور حدیث کے مطابق ہے تو ہم کس باغ کی مولی ہیں کہ اس آفتاب کے مقابلہ میں اپنی شمع دکھائیں۔شعر ؎

انقلاب چمن دہر کی دیکھی تکمیل
آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاتم کو بخیل
بوحنیفہ کو کہے طفلِ دبستان جاہل
مہ تابان کو دکھانے لگی مشعل قندیل
حسن یوسف میں بتانے لگا ابرص سو عیب
لگ گئی چیونٹی کو پر کہنے لگی ہیچ ہے فیل
شرک، توحید کو کہنے لگے اہل تثلیث
لوح محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل
سامری موسیٰؑ کو کہے جادوگر
شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجہیل
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان
طوق زرّین ہے گدھے کیلئے عزت کی دلیل

(تشریح)

۱ اے لوگو تم نے زمانے کے چمن کے انقلاب کا انجام دیکھا کہ آج قارون جو حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا بڑا بخیل آدمی تھا۔حاتم طائی کو ''جو حضورﷺ کے زمانے سے ذرا قبل ایک بڑا سخی تھا اور جس کی سخاوت پورے عالم میں مشہور ہے'' بخیل کہہ رہا ہے۔

۲ آج معمولی مدرسے کا طالب علم امام ابوحنیفہؒ جیسے عظیم امام کو جاہل کہتا ہے اور پورے آب و

تاب کے ساتھ چمکنے والی چاند کو ایک معمولی چراغ دانی اپنی بتی یا شمع دکھا رہی ہے۔

۳ ایک ایسا شخص جس کے جسم پر برص بیماری کے سفید داغ ہیں۔حضرت یوسفؑ کے حُسن میں سو عیب بتانے لگا۔اور ایک چیونٹی جس کو پر لگ گئے ایک بڑے ہاتھی کو ہیچ سمجھنے لگی۔

۴ عیسائی جو خدائی کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس وہ توحید خالص کو شرک کہنے لگے اور انجیل ''جس میں خدائی باتوں کو بدل دیا گیا'' لوحِ محفوظ کو ''جو خدا کی حفاظت میں ہے'' محرف کہتی ہے یعنی ٹیڑھا کہتی ہے۔

۵ سامری جو حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا ایک جادوگر تھا۔معجزہ رکھنے والے حضرت موسیٰؑ کو ہی جادوگر کہنے لگا۔اور سکول کے بچے وقت کے شیخ کو جاہل کہتے ہیں۔شیخ عربی زبان میں بڑے بزرگ کو کہتے ہیں۔

۶ عرب کا گھوڑا جس کے اوپر زین بہت سجاوٹ دیتا ہے اس کے اوپر پالان رکھا گیا جس وجہ سے وہ زخمی ہوا اور ایک گدھا جو جانوروں میں بڑا بیوقوف تصور کیا جاتا ہے اس کے گلے میں سنہری طوق ڈالا گیا اور یہ بیوقوف اس کو اپنے لئے عزت کی دلیل سمجھتا ہے۔

اشعار میں چونکہ مشکل الفاظ تھے اور آج کے اردوخوان حضرات کی زباندانی کی سطح بہت پست ہو چکی ہے اس لئے تشریح کو ضروری سمجھا گیا۔یہ تشریح اہل علم حضرات کے لئے نہیں ہے۔

فقہ کے چار اماموں کے علاوہ اور بھی مجتہد گذرے ہیں اور حدیث کی ان چھ کتابوں کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں ہیں لیکن زیادہ تر مقبول اور مشہور یہی چار امام ہوئے اور حوالہ جات کے لئے زیادہ تر یہ حدیث کی کتابیں پیش کی جاتی ہیں۔اس لئے ہم نے ان ہی کا تذکرہ کرنا مناسب سمجھا۔کیونکہ جب ان بڑے بڑے اماموں پر اعتراضات کئے جاتے ہیں اور بخاری شریف کے مقابلہ میں کوئی جامع ترمذی کی بات کو سننے کے لئے تیار نہ ہو تو اس کے سامنے پورے دفتر کی تفصیل

بیان کرنے کا کیا فائدہ ہے۔خدا ہمیں حق بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

کیا حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کہنا یا کہلوانا جائز ہے؟

آج کل جو نیا تعلیم یافتہ طبقہ ہے۔ان کے ذہن میں ایک سوال پیدا کیا گیا کہ یہ حنفی ،شافعی، مالکی اور حنبلی کہنا صحیح ہے یا غلط؟ یہ بات کہی جارہی ہے کہ ابو حنیفہؒ ۸۰ ھجری میں پیدا ہوئے ۔ان سے پہلے جو مسلمان تھے یا صحابہؓ وتابعینؒ تھے وہ نہ حنفی تھے نہ شافعی۔تو آخر یہ حنفی، شافعی وغیرہ اصطلاح کہاں سے آئی؟ کیا حضورﷺ کے لائے ہوئے دین اور لائی ہوئی شریعت میں کسی چیز کی کمی تھی جو یہ اصطلاح استعمال کر کے پوری کی جارہی ہے۔یہاں ہمارے کم تعلیم یافتہ بھائی ایک مشکل میں پڑ جاتے ہیں کہ اس سوال کا کیا جواب دیا جائے۔کیونکہ بے چاروں کی علمی سطح اتنی اونچی نہیں کہ خود جواب دے سکیں اور مادی دور ہونے کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں کہ علماء کے پاس جا کر صحیح جواب حاصل کر سکیں۔اور علماء کے ساتھ ربط نہ ہونے کی وجہ سے ایسا سلیقہ نہیں کہ علمائے حقانی کو مدعو کر کے واقفیت حاصل کر سکیں۔اس لئے ضرورت اس بات کی پڑی کہ ان الفاظ کی تشریح کی جائے۔

امام ابو حنیفہؒ کے طریقہ پر چلنے والے کو حنفی کہتے ہیں۔کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہؒ امام صاحبؒ کی کنیت تھی یعنی حنیفہ کا باپ عرب میں کنیت کا عام رواج تھا۔جیسے آنحضرتﷺ کو ابوالقاسم بھی کہتے تھے۔حنیفہ ایک اسلامی نام ہے یعنی دین ابراہیمی پر چلنے والی عورت۔تو ابو حنیفہ کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ایسی عورت کا باپ جو دین ابراہیمی پر چلنے والی ہو۔یہ ایک پیارا اسلامی نام ہے۔لیکن میں نے ترکی (TURKY) سے شائع شدہ ایک کتاب THE SUNNI PATH) کے صفحہ نمبر ۲۸ پر پڑھا کہ "Al- Imam -al-a'zam did not have a daughter named Hanifa" یعنی امام اعظمؒ کو حنیفہ نام کی کوئی لڑکی نہیں تھی۔بہر

حال یہ کوئی سنگین مسئلہ نہیں۔کیونکہ تذکرۃ الاولیاء نامی کتاب جس کا مصنف شیخ فریدالدین عطارؒ ہے میں اس لڑکی کے متعلق ایک دلچسپ قصہ بھی لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے کیوں اپنی کنیت ابو حنیفہ رکھی ۔

ترُکی (Turky) میں حنفی مذہب بہت مقبول رہا ہے۔اس لئے وہاں کے علماء کی بات حنفی مذہب کے متعلق ایک خاص وزن رکھتی ہے اسی کتاب میں حنفی کی یہ تشریح لکھی گئی ہے:

Hanif means person who believes correctly ,who clings to Islam,Abu Hanif means ,the father of the true muslims

ترجمہ: حنیف کا مطلب ہے جس کا دین سچا ہو اور جس کا یقین صحیح ہو جو اپنے آپ کو اسلام کے ساتھ لپیٹے۔ابو حنیفہ کا مطلب ہے سچے مسلمانوں کا باپ۔

حنیفہ یا حنیف اپنے مطلب اور مفہوم کے لحاظ سے ایک ہی معنی کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔دین ابراہیمی پر چلنے والا مرد یا عورت۔اس طرح ابو حنیفہؒ کا مطلب بن جاتا ہے وہ شخص جو دین ابراہیمی پر چلنے والی عورت کا باپ ہے یا بقول ترکی عالم دین ابراہیمی پر چلنے والے مردوں کا باپ۔

واقعہ کچھ بھی ہو ابو حنیفہ خدا کے بندے کی طرف اشارہ ہے۔امام شافعیؒ کو شافعی اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ شافع ان کے ایک جداعلیٰ کا نام تھا۔اسی نسبت سے ان کو شافعی کہا جاتا ہے۔اور امام مالکؒ کے ماننے والوں کو مالکی اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس امام صاحب کا ذاتی نام مالک ہی تھا۔اسی طرح امام احمدؒ کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنے والوں کو حنبلی کہتے ہیں کیونکہ حنبل ان کے باپ کا نام تھا۔تو اس طرح حنبلی کا مطلب یہ ہوا کہ حنبل کے بیٹے احمد کے بتائے ہوئے طریقہ پر

چلنے والا۔ یہ ان چار لفظوں کا پسِ منظر ہے۔ بڑے سے بڑا اعتراض جو اس معاملے میں پیش کیا جاسکتا ہے وہ اہل حدیث حضرات کا وہی اعتراض ہے کہ ان اماموں سے ۷۰،۸۰ سال پہلے جو مسلمان تھے وہ اپنے آپ کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ناموں سے اپنا تعارف نہیں کراتے تھے۔لہٰذا بعد میں آنے والے مسلمانوں کا ان ناموں کے ذریعے تعارف کرانا کیسے صحیح ہے۔اس کا جواب مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بہت اچھے طریقے سے دیا ہے۔اس لئے ہم اپنی طرف سے کوئی وضاحت کرنے کے بجائے ان ہی کے جواب کو پیش کرتے ہیں۔

(سوال) اپنے کو بجائے اس کے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کر کے محمدی کہا جاوے۔امام ابوحنیفہؒ کی طرف نسبت کرنا اور حنفی کہنا گناہ یا شرک ہے۔

(جواب) اول میں اس نسبت کے معنی دریافت کرنا چاہئے تاکہ اس کا حکم معلوم ہو۔سو جاننا چاہیے کہ حنفی کے معنی ہیں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر چلنے والا۔اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس ترکیب میں مذہب کی نسبت غیر نبی کی طرف کی گئی ہے۔آیا یہ کسی علاقہ سے جائز ہے یا نہیں۔سو عرباض بن ساریہ کی حدیث میں ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین (الحدیث)** رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ نمبر ۲۲ ''یعنی اختیار کرو تم میرے طریقہ کو اور خلفاء راشدین مہدیین کے طریقہ کو'' دیکھئے اس حدیث میں رسول ﷺ نے دینی طریقہ کو خلفاءِ راشدین کی طرف مضاف اور منسوب فرمادیا۔تو معلوم ہوا کہ کسی طریقہ دینی کا نسبت کردینا غیر نبی کی طرف کسی ملابست سے جائز ہے۔پس اگر کسی نے مذہب کو کہ ایک طریق دینی ہے امام صاحب کی طرف اس اعتبار سے کہ وہ اس کو سمجھ کر بتلانے والے ہیں منسوب کردیا تو اس میں کون سا گناہ یا شرک لازم آگیا۔البتہ نسبت کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نعوذ باللہ ان کو مالک مستقل سمجھا جاتا تو بلاشبہ شرک ہوتا مگر اس معنی کے اعتبار سے خود نبی کی طرف بھی

نسبت کرنا جائز نہیں ہوگا **قال اللہ تعالیٰ و یکون الدین کلہٗ للہ** یعنی دین سب اللہ ہی کا ہے ۔لیکن ایسا کوئی مسلمان نہیں جو اس اعتبار سے دین کی نسبت غیر نبی یا غیر اللہ کی طرف کرے۔رہا یہ کہنا کہ بجائے محمدی کے ......الخ سو غلط محض ہے۔کیونکہ کہ جب مقصود قائل کا عیسائی و یہودی سے امتیاز ظاہر کرنا ہو اس وقت محمدی کہا جاتا ہے اور جب محمدیوں کے مختلف طریق میں سے ایک خاص طریق بتلایا ہو اس وقت حنفی وغیرہ کہا جاتا ہے بلکہ اس وقت محمدی کہنا تحصیلِ حاصل ہے۔پس ہر ایک کا موقع جدا جدا ہوا بجائے محمدی کے حنفی کوئی نہیں کہتا۔

حضرت تھانوی کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دینی طریقہ کی نسبت خلفائے راشدین کی طرف کردی یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اور اس کو شرک قرار نہیں دیا جاسکتا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کسی دینی طریقہ کو غیر نبی کی طرف یعنی صحابی، تابعی، تبع تابعی وغیرہ کی طرف منسوب کرنا ناجائز نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔اور اسی طرح جب عیسائی، یہودی اور مسلمان کے درمیان فرق ظاہر کرنا مقصود ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص عیسائی ہے، یہ یہودی ہے اور یہ محمدی ہے لیکن جب محمدیوں کے مختلف طریقوں میں سے کسی ایک کو ظاہر کرکے بتانا مقصود ہو تو حنفی وغیرہ کہا جاسکتا ہے۔

علم فقہ کسے کہتے ہیں؟

عام طور پر فقہ کے معنی علم، فہم، ذہانت اور ذکاوت کے لغات یعنی ڈکشنریوں میں لکھے گئے ہیں۔قرآن شریف میں لفظ **یفقھون** آیا ہے جس کا مطلب نکلتا ہے سمجھتے ہیں، بوجھتے ہیں، سمجھیں ۔علامہ رشید رضا مصریؒ نے اپنی تفسیر (المنار) میں لکھا ہے کہ قرآن کریم میں یہ لفظ بیس جگہ استعمال ہوا ہے۔ایک مقام کے بغیر ہر جگہ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے ''فہم کی باریکی اور علم کی گہرائی''، یعنی علم و فہم کی اس خاص صورت کا حاصل ہوجانا جس پر نفع کے حاصل ہونے کا دارومدار ہے۔زبان دانی کا

علم رکھنے والوں نے فقہ کے دو معنی بیان کئے ہیں ایک عام معنی جو عام طور پر بولا یا سمجھا جاتا ہے اور دوسرا اصطلاحی معنی۔عام معنی اس کو کہتے ہیں جو لوگوں میں مشہور ہو، جو ہر ایک کی زبان پر ہو یعنی عام فہم (**Easy ,Simple ,Intelligible to all**) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔دوسرا معنی اِصطلاحی ہے۔اصطلاحی معنی اس خاص معنی کو کہتے ہیں جس پر قوم متفق ہوئی ہو۔اس اصطلاحی معنی کو انگریزی زبان میں مختلف الفاظ کے لباس میں بولا اور سمجھا جاتا ہے مثلاً کہیں اس کو (Conventional meaning) (رواجی معنی) کہتے ہیں۔کہیں اس کو (Idiomatic maeaning) (محاوراتی معنی) کہتے ہیں اور کہیں اس کو سکنڈری مینگ (Secondary meaning) (ثانوی معنی) کہتے ہیں۔علم فقہ کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنے والے کو سب سے پہلے لغوی معنی اور اصطاحی معنی کے فرق کو سمجھ لینا چاہیے۔

لغوی معنی

لغت عربی لفظ ہے۔عربی زبان میں لغت کسی قوم کی زبان کو کہتے ہیں یا ان الفاظ کو کہتے ہیں جن کی مدد سے آدمی اپنے مطلب وغرض کو بیان کر سکے انگریزی میں اس کو ورڈ (Word) اور ڈکشنری (Dictionary) بھی کہتے ہیں۔لغوی معنی کسی لفظ کے اصلی معنی کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی معنی

اصطلاحی معنی کا مطلب ہے وہ معنی جو کسی لفظ کے متعلق چند معتبر آدمیوں نے ''یعنی ان لوگوں نے جن کی بات اور عمل پر اعتماد کیا جاتا ہو، خاص کر لیا ہو، یا نامزد کر لیا ہو۔مثلاً عربی بول چال کے مطابق حیوان تمام قسم کے جانوروں کو کہتے ہیں کیونکہ عربی میں حیوان کے معنی ہیں ''جاندار'' ظاہر ہے کہ انسان بھی جاندار ہوتا ہے اس لحاظ سے انسان کو حیوان ناطق کہتے ہیں یعنی بولنے والا جاندار۔مگر اصطلاح اور محاورے میں صرف ان جانوروں کو کہتے ہیں جن کو عقل نہیں ہوتی مثلاً گائے، بیل

وغیرہ۔اور عقل اور بول چال رکھنے والے جاندار یعنی آدمی کو انسان کہتے ہیں۔

فقہ کا لغوی معنی اوپر بیان ہوا لیکن اصطلاحی معنی کے اعتبار سے **فِقہ** اِسلامی قانون کو کہتے ہیں، دینی قانون کو کہتے ہیں اور علمِ فقہ اس خاص علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے اسلامی شریعت کا قانون مرتب کیا گیا ہو۔انگریزی زبان میں علم فقہ کی تعریف یوں بنتی ہے:

The science through which the Muhammadan law is understood or the knowledge of religion and law .

ترجمہ: وہ علم جس کے ذریعے محمدی ﷺ قانون سمجھا جاتا ہے یا مذہب اور مذہبی قانون کا علم۔

وہ علماء جو اس علم کو سمجھنے والے ہوتے ہیں ان کو ''فُقَہاء'' کہتے ہیں۔انگریزی زبان میں ان فقہاء کو (Theoligians) کہتے ہیں یعنی علم دین کے جاننے والے۔لفظ فقہاء کا واحد فقیہ ہے یعنی فقہ کا عالم۔بدقسمتی سے آج قوم کی عمومی حالت یہ ہوگئی ہے کہ ان کو نہ فقہ کا عام معنی معلوم ہے نہ اس کا اصطلاحی معنی معلوم ہے۔نہ یہ جانتے ہیں فقیہ کس کو کہتے ہیں یا فقہاء کن کو کہتے ہیں؟ ۔اس لئے مذہبی معلومات حاصل کرنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ یہ علم حاصل کرنے سے پہلے یہ جاننے کی کوشش کرے کہ لغوی معنی کس کو کہتے ہیں۔اصطلاحی معنی کس کو کہتے ہیں۔فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے فقیہ یا فقہاء کن کو کہتے ہیں اس کے بعد یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ امام کس کو کہتے ہیں، مجتہد کس کو کہتے ہیں، مجتہد مطلق اور مجتہد فی المذہب کس کو کہتے ہیں اسی طرح کے دیگر الفاظ اور اصطلاحیں جاننے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے

کہ وہ ایسے طالب کو راہ راست نصیب فرمائے گا اور یہ شخص ہدایت کے راستے پر گامزن ہوگا ۔

جب قرآن نازل ہوا تو حضورﷺ صحابہؓ کے سامنے اس کو تلاوت فرماتے تھے۔صحابہ کرام سنتے تھے اور یاد رکھتے تھے ۔حضورﷺ قرآن کے احکام کھول کھول کر صحابہ کرام کے سامنے بیان فرماتے تھے۔زندگی گذارنے کے متعلق خدائے تعالیٰ کیا فرماتا ہے حضورﷺ بیان فرماتے تھے اور آپﷺ کے ساتھی سنتے تھے۔ان خدائی احکامات کو کیسے عملی جامہ پہنایا جائے آپﷺ خود کر کے دکھاتے تھے۔ان خدائی احکامات کو فرائض کہتے ہیں۔اور آنحضرتﷺ نے جو طریقہ دکھایا اس کو سنت کہتے ہیں ۔صحابہ کرام کے لئے ان فرائض اور سنتوں کو سمجھنا آسان تھا۔کیونکہ حضرت محمدﷺ خود خدا کے احکام بیان فرماتے تھے۔قرآن کا حکم سمجھاتے تھے اور وہ طریقہ جس کے مطابق وہ احکام بجالائے جاتے تھے حضورﷺ خود کر کے دکھاتے تھے ۔صحابہ کرامؓ دیکھتے تھے اور نقل کرتے تھے ۔ایک طرف خدا کا حکم نازل ہوتا تھا دوسری طرف اس حکم کو بجالانے کا عملی نمونہ نظروں کے سامنے موجود تھا۔کسی درمیانی واسطے کی ضرورت نہیں تھی مثلاً نماز کے متعلق آنحضرتﷺ فرماتے تھے صَلُّوا کَمَا رَأَیْتُمُونِی اُصَلِّی یعنی نماز اسطرح پڑھو جس طرح تم مجھے پڑھتے دیکھتے ہو ۔صحابہ کرامؓ اسی طرح نماز پڑھتے تھے جس طرح حضورﷺ دکھاتے تھے یہی حال دیگر اعمال کا تھا ۔یہاں تک کہ حضورﷺ اس دنیا سے تشریف لے چلے۔

صحابہ کرامؓ اکثر تبلیغ اور جہاد کے سلسلے میں گھروں سے باہر رہتے تھے۔کیونکہ جو شخص اس زمانے میں ایمان لاتا تھا اور اسلام قبول کرتا تھا وہ اس اسلام کی نعمت کو اپنے دوسرے بھائیوں تک پہنچانے کے لئے بے قرار ہو جاتا تھا کیونکہ آنحضرتﷺ نے ہر صحابی کو اسلام اور خیر کا

داعی ''Well wisher'' بنایا تھا۔جس خیر سے کوئی صحابی خود مستفید ہوتا تھا اس کے اندر یہ تمنا اور خواہش پیدا ہوتی تھی کہ یہ خیر اللہ کے دوسرے بندوں تک بھی پہنچ جائے۔صحابہ کرامؓ اطراف عالم میں پھیل گئے ۔جس شہر میں یہ صحابہ کرامؓ اسلام کی دعوت اور تبلیغ کے لئے جاتے تھے وہاں ان کے گرد لوگ جمع ہو جاتے تھے اور وہ ان سے مختلف اعمال کے متعلق حضورﷺ کا طریقہ دریافت کرتے تھے۔جس صحابیؓ نے جس طریقے سے وہ عمل حضورﷺ کو کرتے دیکھا ہوتا وہ اسی طرح بیان کرتا تھا اور لوگوں میں بھی وہی طریقہ رواج پاتا اس طریقے کو سنت کہتے تھے۔مختصر الفاظ میں کسی بھی عمل میں حضورﷺ کے کرنے کا طریقہ کیا ہوتا تھا سنت کہلاتا۔

جب تک یہ صحابہ کرامؓ اس دنیا میں رہے وہی لوگ فتویٰ ''Verdict'' دینے والے تھے ۔شرعی فیصلہ سنانے والے تھے۔اور یہ کام زیادہ تر وہ صحابہ کرامؓ کرتے تھے جو فقہاء تھے۔یعنی جو دینی لحاظ سے زیادہ سمجھدار ہوتے تھے ۔کیونکہ مرتبہ صحابی کی حیثیت سے تو وہ یکساں درجہ رکھتے تھے مگر علم کے لحاظ سے ان میں تفاوت پائی جاتی تھی۔

یہاں تک کہ ۱۱۰ھ میں صحابہ کرامؓ کا آخری فرد حضرت ابوالطفیلؓ بھی اس دنیا سے تشریف لے چلا۔صحابہ کے بعد تابعین کا دور آیا۔تابعین ان مسلمانوں کو کہتے ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کو دیکھا ہو اور آخری وقت تک ایمان اور اسلام پر کاربند رہے۔یہ زمانہ بھی حضورﷺ کے زمانے کے بالکل قریب تھا۔اس وقت اسلامی ممالک میں سات بڑے شہر ایسے تھے جو اسلامی علوم کا مرکز بن گئے تھے۔اور وہاں فتویٰ دینے کے مراکز قائم ہوئے تھے۔ان شہروں میں بڑے بڑے تابعین (صحابہ کرامؓ کو دیکھنے والے) تھے۔جو دینی علوم کے بڑے ماہر تھے ان سات شہروں کے نام

یہ ہیں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، دمشق، مصر، یمن ۔لیکن کوفہ شہر کو ایک بڑی خصوصیت حاصل تھی کیونکہ وہاں بہت سے صحابہ کرام کا قیام رہ چکا تھا جن میں خاص طور پر حضرت عبدا بن مسعودؓ بھی شامل ہیں ۔ان ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے ہزاروں شاگرد یہاں موجود تھے۔اس لئے کوفہ علم حدیث وفقہ کا ایک بڑا مرکز بن گیا تھا اور اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے لوگ اس شہر کی طرف رجوع کرتے تھے۔

حضرت علقمہ بن قیسؒ ایک بڑے تابعی تھے۔انہوں نے نہ صرف حضرت عبداللہ بن مسعود کو دیکھا تھا بلکہ ان سے پوری طرح علم دین حاصل کیا تھا اور ان کے علوم سے بہت فائدہ اٹھایا تھا ۔علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہؒ نے عبداللہ بن مسعود صحابیؓ سے قرآن پڑھا، تجوید سیکھی اور دین کی سمجھ حاصل کی ۔اور ان کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔جب علقمہ نے پوری طرح علم دین حاصل کیا تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ان کو ان الفاظ میں سند (certificate) عطا فرمائی:

''میں نے جو کچھ پڑھا اور جو مجھے آتا ہے وہ سب علقمہؒ پڑھ چکے اور ان کو آ گیا ہے''

یہ حضرت علقمہؒ کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی۔ان کا استاد حضور ﷺ کا وہ صحابی تھا جس کے متعلق جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''قرآن شریف چار شخصوں سے سیکھو۔عبداللہ بن مسعود اور ان کا نام شروع میں لیا اور سالم مولیٰ ابو حذیفہ اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبلؓ''

(دیکھو تجرید بخاری حدیث نمبر۱۴۹۴ افضائل صحابہؓ)

حضرت علقمہؒ نے ۶۲ھ میں وفات پائی۔ان کے افضل ترین شاگرد حضرت ابراہیم نخعیؒ تھے۔حضرت ابراہیم نخعی خود بھی تابعی تھے کیونکہ انہوں نے چند صحابہ کرامؓ کی زیارت کی تھی۔درجہ تابعیت میں دونوں مساوی تھے لیکن استاد شاگردی کے لحاظ سے حضرت علقمہؒ استاد تھے اور حضرت ابراہیم نخعیؒ شاگرد تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۶ھ میں وفات پائی فن حدیث کے امام تھے۔اس وقت بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں ابراہیم سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا حضرت علقمہ کی وفات کے بعد ان کی جگہ یہی مسند علم پر بیٹھے اور ان کے جانشین ہوئے۔ان کی وفات کے وقت امام اعظمؒ کی عمر ۲۶ سال کی تھی۔امام صاحب نے ان سے بھی روایت کی ہے۔امام صاحب کی پیدائش کے سال کے متعلق اختلاف ہے۔علامہ کوثری نے ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے۔حضرت ابراہیم نخعی کے بعد حضرت حماد کا نمبر آتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے جتنی حدیثوں کا ذخیرہ جمع کیا تھا حضرت حماد سے زیادہ ان کا کوئی واقف نہیں تھا۔ بڑے بڑے محدثین جو علم حدیث کے امام جانے جاتے تھے ان کے شاگرد ہیں ۔ چنانچہ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے بھی حضرت حماد سے روایت کی ہے۔اور بخاری و مسلم کے علاوہ جو چار حدیث کی صحیح کتابیں ہیں ان کے لکھنے والوں نے بھی حضرت حماد سے روایت کی ہے۔یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ان ہی کی خدمت میں رہ کر علم فقہ حاصل کیا۔دس سال کا طویل زمانہ ان کی خدمت میں گذارا۔اس کے بعد علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور کوفہ میں کوئی محدث ایسا نہ تھا جس سے آپ نے احادیث نہ سنی ہوں۔امام ابو حنیفہؒ نے جن بہت سے حدیث کے ماہرین سے بھی علم حدیث حاصل کیا تھا ان میں

سے ۹۳ صرف کوفہ اور اس کے آس پاس کے ہیں ۔اس کے علاوہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے دیگر حدیث کے ماہرین سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔اور اس زمانے میں کیا جبکہ حضرت امام بخاریؒ اور دوسرے حدیث کے امام صاحبان مثلاً امام مسلمؒ وغیرہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے یہ بات ان لوگوں کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے جو حضرت ابو حنیفہؒ کو علم حدیث کا امام ماننے سے ذرا ہچکچاتے ہیں ۔ہم نے امام ابو حنیفہ کا علمی سلسلہ حضور ﷺ سے جوڑنے کا صرف ایک خاکہ پیش کیا ورنہ امام ابو حنیفہؒ کے علمی سلسلے دوسرے بزرگوں کی وساطت سے بھی حضور ﷺ سے جڑ جاتے ہیں ۔جیسا کہ بڑی بڑی کتابوں میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔مختصر سے اس خاکہ کو اس طرح بھی ذہن میں دوبارہ تازہ کیا جا سکتا ہے۔

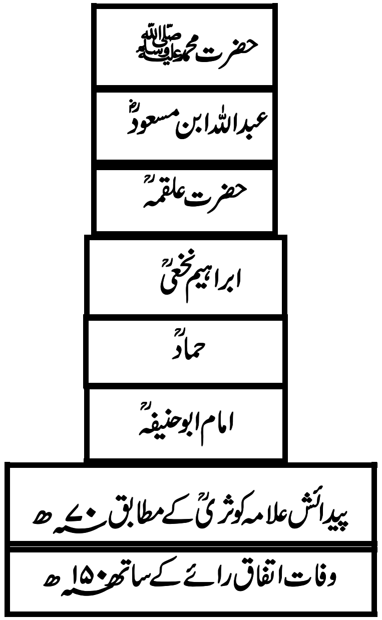

ہمارا یہ مختصر سا مقالہ پڑھنے والے کو امام ابو حنیفہؒ کے علمی مقام سے تب تک بخوبی آگاہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ امت کے بڑے بڑے علماء وصلحاء کے ان افکار وخیالات کو نہیں جانے گا جو انہوں نے اس عالی مقام امام کے متعلق اپنی کتابوں میں تحریر فرمائے ہیں خاص کر عبداللہ ابن مبارکؒ کی رائے کو نہیں جانے گا جن کی کتابوں کو امام بخاری نے صرف ۱۶ سال کی عمر میں زبانی یاد کیا تھا عبد اللہ ابن مبارک ۱۸۱ھ میں انتقال کر گئے اور حضرت امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے ۔حقیقت یہ ہے کہ امام بخاریؒ امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔امام بخاری کا حنفی مسلک اختیار نہ کرنا الگ بات ہے کیونکہ وہ مجتہد تھے اور مجتہد کو اجازت ہے کہ وہ اپنی ذاتی اجتہاد پر عمل کرے لیکن امام ابو حنیفہ نہ صرف مجتہد تھے بلکہ مجتہدِ مطلق تھے ایک مجتہد کو انگریزی زبان میں (Religious Director) کہتے ہیں اور مجتہد مطلق کو (An absolute or universal religious director) کہتے ہیں۔جنہوں نے قرآن وحدیث سے مسائل ہی اخذ کر کے بیان نہیں فرمائے بلکہ وہ طریقے بھی بتائے جن کی مدد سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل نکالے جا سکتے ہیں اور مسائل نکالنے کا جو طریقہ انہوں نے بیان فرمایا اسکو امت کے بڑے بڑے محدثین اور مفسرین نہ صرف تسلیم کیا بلکہ ایک تسلسل کے اس وقت تک تسلیم کرتے آئے مسائل کا جو عظیم ذخیرہ امام صاحب اور ان کے شاگردوں نے جمع کیا اور جو اس وقت حنفی مذہب میں قلمبند ہیں اور جن کی تعدا ایک روایت کے مطابق ۱۰ لاکھ اور دوسری روایت کے مطابق ساڑھے بارہ لاکھ ہے وہ امام صاحب اور ان کے شاگردوں یا شاگردوں کے شاگردوں کا ہی حصہ ہے۔جس میں اس نیلے آسمان کے نیچے اور اس فرش زمین پر ان کا کوئی مقابل نہیں۔مختصر الفاظ

میں حضرت امام شافعیؒ کی رائے آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ تمام دنیا کے لوگ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے علم فقہ میں عیال ہیں۔فقہ بیان کرنا کوئی جرم نہیں بلکہ شریعت کا حکم ہے اور فقہ سمجھنے کی آسان مثال اس طرح ہے کہ مثلاً قرآن حکیم میں وضو کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے ”**یا ایھا الذین آمنو آ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فا غسلو ا وجو ھکم و ایدیکم الی المرافق و امسحوا برء و سکم و ارجلکم الی الکعبین** ط (ترجمہ از مولانا تھانویؒ) اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو (دھوؤ) اور اپنے ہاتھوں کو بھی دھوؤ کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور دھوؤ اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت۔(سورہ مائدہ آیت نمبر ۶)

امام صاحب کا اس کام میں یہ حصہ ہے کہ انہوں نے خدا کے بندوں کی آسانی کے لئے یہ بات بیان فرمائی کہ وضو میں چار فرض ہیں۔منہ کا دھونا،دونوں بازووں کو کہنیوں تک دھونا،سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھو لینا۔اور اسی طرح مختلف احادیث کی روشنی میں یہ بات بیان فرمائی کہ وضو میں کتنی سنّتیں ہیں۔یہ سب کام انہوں نے امت کی آسانی کے لئے کیا۔اپنی ذات کو اللہ کی رضا کے لئے مٹایا اور خدا کے دین کو زندہ کیا۔جس کا اجر ان کو خدا کے بغیر اور کوئی نہیں دے سکتا۔یہی حال دیگر مسائل کا ہے چاہے وہ عبادت کے متعلق ہوں یا معاملات کے متعلق،معاشرت کے متعلق ہوں یا معاشیات کے متعلق۔یہی وجہ ہے کہ ان آسانیوں کے پیش نظر تقریباً دو تہائی حصہ مسلمانوں کا پورے عالم میں ان کے مذہب پر کاربند رہا اور اس وقت بھی ہے اور جب ہم ان کے مذہب کو حدیث کی روشنی میں پرکھتے ہیں یا ان کتابوں کی روشنی میں پرکھتے ہیں جو امام صاحب کے بعد مرتب کی گئیں تو وہ نہ صرف صحیح نکلتا ہے بلکہ دیگر مذاہب سے زیادہ آسان اور واضح صورت میں

ملتا ہے یہ ہے وہ عظیم کارنامہ جسکا دنیا ۱۳۰۰ سال سے داد دے رہی ہے اور قیامت تک دیتی رہے گی۔ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مذہب سے یہاں مراد مسائل کا وہ ذخیرہ ہے جو امام صاحب نے مرتب فرمایا۔مذہب سے مراد کوئی الگ دین یا اسلام نہیں جو اس دین یا اسلام سے متصادم ہو جس کی تعلیم ہمیں قرآن و حدیث کے ذریعے دی گئی۔خدا تعالیٰ ان چاروں اماموں کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور حضرت امام بخاریؒ و مسلم وغیرہ محدثین کو جزائے خیر نصیب فرمائے جنہوں نے امام صاحب کی وفات کے بعد حدیث کی صحیح کتابوں کو مرتب کیا جن کی برکت سے امام صاحبان کے مذاہب اور علم حدیث کی مہارت کا یقین زیادہ پختہ ہو جاتا ہے۔

امام بخاریؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے بالمقابل پیش کرنے والے حضرات کی خدمت میں ایک مؤدبانہ اپیل

(اپیل)

علامہ ابن تیمیہؒ ہماری معلومات کے مطابق حضرات اہل حدیث کے طبقہ میں عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔وہ فتاویٰ صفحہ نمبر ۲۲۹/۳۰ میں فرماتے ہیں کہ وہ امام صاحبان جو ان حدیث کی کتابوں کے مرتب ہونے سے پہلے اس دنیا میں تھے یعنی علم فقہ کے یہ چار امام۔یہ امام صاحبان سنت کو ان بعد میں آنے والے حدیث کے اماموں سے زیادہ جاننے والے تھے اس لئے کہ بہت سے احادیث جو ان کو پہنچیں اور ان کے نزدیک صحیح تھیں وہ ہم تک اکثر کسی مجہول شخص جس کا حال معلوم نہیں ہوتا یا بیچ میں کٹی ہوئی سند سے پہنچی ہیں یا ہم تک پہنچی ہی نہیں۔اس زمانہ میں ان

کے سینے ہی ان کے علوم کے خزانے تھے جن میں شائع شدہ کتابوں سے بھی زیادہ احادیث تھیں۔

بخاری شریف میں ایک قسم احادیث کی ہے جس کو ثلاثیات بخاری کہتے ہیں۔ بخاری شریف میں ثلاثیات بخاری کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ یعنی ان پر فخر اور شکر کیا جاتا ہے۔ ثلاثیات یا ثلاثی وہ حدیث کہلاتی ہے جس میں محدث یعنی حدیث بیان کرنے والے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان تین راوی ہوں۔ ایک مصنف کا استاد، دوسرا تابعی، تیسرا صحابی۔ حنفی علماء کے مطابق امام ابوحنیفہ ایک ایسی برگزیدہ ہستی ہے جنہوں نے ظاہری آنکھوں سے کئی حضرات صحابہؓ کو دیکھا ہی نہیں بلکہ ان کی زبان مبارک سے احادیث بھی سنی ہیں مثلاً حافظ ابن حجر جیسا محقق لسان المیزان میں لکھتا ہے کہ یحیٰ بن معین نے فرمایا کہ ''**ان ابا حنیفة صاحب الرأی سمع عائشة بنت عجرد تقول سمعت رسول اللہ ﷺ اکثر جند اللہ الجراد لا اکلہ ولا احرمہ**۔ ترجمہ: ''بیشک ابوحنیفہؒ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ روئے زمین پر اللہ کا بہت بڑا لشکر ٹڈیاں ہیں جس کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں'' یہاں امام صاحب کا حضرت عائشہ بنت عجرد سے سننا واضح طور پر ثابت ہے۔ ان کے علاوہ بھی امام صاحب نے کئی صحابہ کرامؓ سے حدیثیں سنی ہیں۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک ہی راوی ہے۔ اور بخاری شریف کی اعلیٰ حدیثوں میں کم از کم تین راویوں کا سلسلہ ہے۔ زمانے کے اعتبار سے امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ حضور ﷺ کے زمانے سے بہت قریب ہے اور امام بخاریؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ یہ ثلاثی قسم کی احادیث جو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب جامع صحیح بخاری میں درج فرمائی ہیں ان میں سے

بھی اکثر احادیث ایسی ہیں جو امام بخاری نے حضرت امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے روایت کی ہیں۔ ان کی کل تعداد ۲۲ ہے جن پر امام بخاری کو فخر ہے۔ ان میں سے بھی ۲۰ احادیث انہوں نے ان بزرگوں سے روایت کی ہیں جو حنفی تھے۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے یا شاگردوں کے شاگرد۔ اس تفصیل کی روشنی میں باادب طریقے سے یہ التماس کرنے کی جسارت کی جاسکتی ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کو امام ابوحنیفہ کے بالمقابل پیش کرنا یا ٹکرانا کچھ اچھا نہیں لگتا۔ خدا تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔

ریفری یا جج کون بنے؟

عزیزو، دوستو! کھیل کے میدان کا دستور ہے کہ اگر کوئی کھلاڑی غلطی کرے تو معاملہ ریفری کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور ریفری جو فیصلہ صادر کرتا ہے وہ فریقین کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ دنیا کے ہر ملک کا دستور ہے کہ اگر دو افراد کے درمیان یا دو گروپوں کے درمیان کوئی جھگڑا اٹھتا ہے تو معاملہ عدالت کے سپرد کیا جاتا ہے۔ جہاں ماہر جج اپنی رائے کے مطابق اور ملکی قانون کے مطابق اپنا فیصلہ سناتا ہے۔ زراعت کے معاملے میں اگر کوئی مسئلہ اٹھ کھڑا ہو جاتا ہے تو معاملہ ماہرین زراعت کے سپرد کیا جاتا ہے اور ان کی رائے کے مطابق یا ان کے فیصلے کے مطابق آئندہ عمل کیا جاتا ہے۔ صحت کی خرابی کے متعلق اگر کوئی مسئلہ پیش آجاتا ہے تو مسئلہ ایک ماہر طبیب کے پاس پیش کیا جاتا ہے اور جو رائے یا جو دوائی وہ استعمال کرنا بتاتا ہے اس کو بلا چوں وچرا کے استعمال کیا جاتا ہے۔ جہاں پر ایک بیمار کے متعلق دو طبیبوں میں اختلاف رائے پیدا ہوتا ہے وہاں مسئلہ حکیموں یا ڈاکٹروں کے کے ایک بورڈ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور بورڈ کا فیصلہ تسلیم کیا جاتا ہے دور کیوں

جائیے آپ کے سکینڈری بورڈ میں اگر کوئی مسئلہ پیچیدہ قسم کا پیش آجاتا ہے تو وہ بورڈ میٹنگ میں بحث کے لئے پیش کیا جاتا ہے اور جو فیصلہ بورڈ سناتا ہے اس پر عمل کیا جاتا ہے۔اسی طرح ہمیں سینکڑوں قسم کے مسائل پیش آتے ہیں کہ جہاں پر کوئی بھی مسئلہ پیش آیا وہ فوراً اس شعبے کے ماہر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے بلکہ یہ تک کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر کے مشورہ کے بغیر معمولی دوائی تک استعمال نہیں کرنی چاہئے کیونکہ ایک معمولی دوائی بھی کبھی بغیر مشورہ کے جان لیوا ثابت ہوسکتی ہے اور بار ہا ہوئی ہے۔اب کیا صرف خدا کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی ایک ایسی چیز رہ گئی ہے جس میں ہر شخص رائے زنی کرسکتا ہے؟ کیا اس کی باریک بینی سمجھنے کے لئے کسی ماہر کی ضرورت نہیں ہے ۔اور اس ماہر کے پرکھنے کے لئے کوئی معیار مقرر نہیں کیا جانا چاہیے یا پرکھنے کے لئے کسی کسوٹی کی ضرورت نہیں ہے کوئی شخص اس بنیاد پر ڈاکٹر تصور نہیں کیا جاتا ہے کہ اس نے بازار سے کتاب منگا کر یا اس کا ترجمہ پڑھ کر اپنے ڈاکٹر بننے کا اعلان کر رکھا ہو۔جب تک کہ اس نے کسی تسلیم شدہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل نہ کی ہو۔کوئی ماہر زراعت اس بنیاد پر ماہر زراعت تسلیم نہیں کیا جاتا کہ اس نے بازار سے کتاب منگا کر گھر پر اس کا مطالعہ کرکے ماہر زراعت بننے کا ڈھنڈورا پیٹا ہو۔کوئی ڈرائیور اس بنیاد پر ڈرائیور تسلیم نہیں پایا جاتا کہ اس نے بازار سے کتاب منگا کر اور اس کا مطالعہ کرکے اپنی ڈرائیوری کا ڈھنڈورا پیٹا ہو۔جبتک اس کے پاس ڈرائیور بننے کا **licience** نہ ہو۔تو پھر کیا دین ہی ایک ایسی سستی چیز ہے کہ اس میں بازار سے ایک کتاب خرید کر ہر شخص مفتی بننے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔اور بغیر کسی استاد یا رہبر کے ماہر دین بننے کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ بزرگو! آج یہ مصیبت پیش آئی ہے اور خوب آئی ہے۔آج صاف کہا جا رہا ہے کہ اماموں کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔امام کہتے ہیں دین

کے طبیبوں کو، دین کے ماہروں کو جنہوں نے اپنی زندگیاں دین اسلام کی سربلندی کے لئے، دین اسلام کی خدمت کے لئے اور دین اسلام کی وضاحت کے لئے صرف کی ہیں اور جن کے متعلق اس امت کے لاکھوں علماء کا فیصلہ ہے کہ یہ امام واقعی دین کے ماہر تھے اور یہ مہارت انہوں نے گھر بیٹھے حاصل نہیں کی تھی۔ بازار سے کوئی رسالہ منگا کر اور اس کو مطالعہ کر کے وہ اس قسم کے ماہر نہیں بن بیٹھے تھے۔بلکہ انہوں نے مذہب اپنی زندگی کو داو پر لگا کر بڑے بڑے تابعین، تبع تابعین سے حاصل کیا تھا ان کی صحبتوں میں رہ کر، ان کی شاگردی اختیار کر کے دین کو حاصل کیا تھا اور اس کے بعد ان سے سندِ اجازت بھی حاصل کی تھی۔جس وقت انسان ان کے مجاھدوں کو، ان کی نفس کشی کو ، ان کی ریاضت کو، ان کی صداقت و دیانت کو، ان کی پرہیزگاری کو مطالعہ کرتا ہے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسا ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔لیکن جب ہم اس کی تصدیق لاکھوں پاکباز علماء اور صلحاء سے سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں تو تسلیم کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔کیا آج ہم ان کی آراء(رائے کی جمع) کو اور ان کے فتاویٰ کو صرف یہ کہہ کر پسِ پشت ڈال سکتے ہیں کہ میری رائے میں بات اس طرح آتی ہے میں اس طرح سمجھتا ہوں۔اور وہ بھی اس بنیاد پر کہ میں نے بازار سے ایک کتاب خریدی ہے اور اس کتاب سے میں نے مسئلہ اس طرح سمجھا ہے یہ تحقیق کرنے کے بغیر کہ یہ رسالہ لکھنے والا اور یہ کتاب لکھنے والا کسی مذھب میں مقلد بھی ہے یا نہیں۔اور اس طرح ایک ایسے مریض کو جس کو برس ہا برس سے ایک ماہر طبیب کا علاج راست یا موافق آیا ہے اس کو آپ ایک ناتسلیم شدہ ڈاکٹر کا علاج تجویز کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بے عشق محمدی ﷺ کے جس نے پڑھا بخاری

آ یا بخا ر ا س کو سمجھا نہ و ہ بخا ر یؒ

حضرت مولانا الیاسؒ کا ایک اہم ملفوظ

ایک نیاز مند سے (جن کو مولانا کے تبلیغی کام سے بھی تعلق تھا اور اس کے علاوہ تحریر و تصنیف ان کا خاص مشغلہ تھا) ایک دن فرمایا ''میں اب تک اس کو پسند نہیں کرتا تھا کہ اس تبلیغی کام کے سلسلے میں کچھ زیادہ لکھا پڑھا جائے، اور تحریر کے ذریعہ اس کی دعوت دی جائے بلکہ میں اس کو منع کرتا رہا لیکن اب میں کہتا ہوں کہ لکھا جائے اور تم بھی خوب لکھو، مگر یہاں کے فلاں فلاں کام کرنے والوں کو میری یہ بات پہنچا کر ان کی رائے بھی لے لو۔۔۔(چنانچہ ان نامزد حضرات کو حضرت مولانا کی یہ بات پہونچا کر مشورہ طلب کیا گیا، ان صاحبان نے اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ اس بارہ میں اب تک جو طرز عمل رہا ہے، وہی اب بھی رہے، ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے)۔۔۔۔۔حضرت مولانا کو جب ان کی یہ رائے پہنچائی گئی تو فرمایا۔۔۔۔ہم پہلے بلکل کس میرسی کی حالت میں تھے۔کوئی ہماری بات سنتا نہیں تھا اور کسی کی سمجھ میں ہماری بات آتی نہیں تھی، اس وقت یہی ضروری تھا کہ ہم خود ہی چل پھر کر لوگوں میں پہلے طلب پیدا کریں اور عمل سے اپنی بات سمجھائیں۔اس وقت اگر تحریر کے ذریعہ عام دعوت دی جاتی تو لوگ کچھ کا کچھ سمجھتے، اور اپنے سمجھنے کے مطابق ہی رائے قائم کرتے، اور اگر بات کچھ دل کو لگتی تو اپنی سمجھ کے مطابق کچھ سیدھی کچھ الٹی اس کی عملی تشکیل کرتے اور پھر جب نتائج غلط نکلتے تو ہماری اسکیم کو ناقص کہتے، اس لئے ہم یہ بہتر نہیں سمجھتے تھے، کہ لوگوں کے پاس تحریر کے ذریعہ ہماری دعوت پہنچے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی مدد سے اب حالات بدل چکے ہیں، ہماری بہت سی جماعتیں ملک کے اطراف میں نکل کر کام کا طریقہ دکھا چکی ہیں۔اور اب لوگ ہمارے کام کے طالب بن کر خود ہمارے پاس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو اتنے آدمی دے دئے ہیں کہ اگر مختلف اطراف میں طلب پیدا ہو، اور کام سکھانے کے لئے جماعتوں کی ضرورت ہو تو جماعتیں بھیجی جاسکتی ہیں۔۔۔تو اب ان حالات میں بھی کس میرسی والے ابتدائی زمانہ ہی کے طریقۂ کار کے ہر ہر جز پر جمے رہنا ٹھیک نہیں ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ تحریر کے ذریعہ بھی دعوت دینی چاہئے''۔

(بحوالہ ''ملفوظات حضرت مولینا محمد الیاسؒ '' مرتبہ محمد منظور نعمانیؒ بانی ''الفرقان'' لکھنو)

شرعی اور فقہی اصطلاحات کی وضاحت

(سوال و جواب کی روشنی میں)

(سوال) شرع کی بنیاد کتنی چیزوں پر ہے؟

(جواب) شرع کی بنیاد چار چیزوں پر ہے:

۱۔ قرآن ۲۔ سنتِ رسول اللہ ۳۔ اجماع امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۔ قیاسِ مجتہدین

(سوال) قرآن سے مطلب سمجھنے کی کتنی صورتیں ہیں؟

(جواب) قرآن سے مطلب سمجھنے کی چار صورتیں ہیں۔

(سوال) وہ چار سورتیں کیا ہیں؟

(جواب) وہ چار صورتیں اس طرح ہیں:

۱۔ عبارتُ النّصَ ۲۔ اشارۃُالنَّص ۳۔ دلالتُ النّص ۴۔ اقتضاءُ النَّص

(سوال) عربی زبان میں نص کسے کہتے ہیں؟

(جواب) نص کے لغوی معنی پوچھنے میں خوب باریکیاں نکالنا ہے تا کہ اصل حال کھل جائے اور علم اصول کی اصطلاح میں قرآنِ شریف کی وہ آیتیں جو صاف طور پر معنی کو ظاہر کرتی ہیں کہ یہ اچھا ہے اور یہ برا۔اس طرح قرآنِ کریم کی صریح آیات کو نصِ قرآنی کہتے ہیں اور انگریزی میں اس کی تعریف یوں بنتی ہے:

"A verse of the Quran which is clear and definite in it meanings or which states clearly what is right and what is wrong"

سوال) عبارتُ النَّص سے کیا مراد ہے؟

(جواب) **عبارت النّصَ** سے مراد قرآن کریم کے وہ الفاظ ہیں جو کسی خاص مقصود کے لئے بولے گئے ہوں۔

(سوال) **اشارتُ النّص** سے کیا مراد ہے؟

(جواب) قرآن کریم کے جو الفاظ کسی خاص مقصود کے لئے بولے گئے ہوں۔اگر ان کے ضمن میں کچھ اور مدعا بھی ثابت ہو جاتا ہے تو اس کو اشارتُ النَّص کہتے ہیں۔

(سوال) عبارتُ النّص اور اشارتُ النَّص کو سمجھنے کے لئے کیا کوئی آسان سی مثال دی جاسکتی ہے؟

(جواب) جی ہاں۔مثلاً کسی نے کسی چیز کو دیکھا اور ساتھ ہی اس کے آنکھ کے کونے سے آس پاس کی چیزیں بھی نظر آگئیں جن کو دیکھنا اس شخص کا مقصود نہیں تھا لیکن پھر بھی نظر آئیں پس جس چیز کو دیکھنا اس کا مقصد تھا تو اس کی مثال مانند عبارت النّص کے ہے اور آس پاس کی چیزوں کا دیکھنا مانند اشارتُ النَّص کے ہے۔

(سوال) کیا مذکورہ دو باتوں کو سمجھنے کے لئے قرآن سے کوئی مثال دی جاسکتی ہے؟

(جواب) جی ہاں! قرآن شریف کی آیت **وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوتهن** .....الآیۃ معنی اس آیت کے یہ ہیں اور جس کی اولاد ہے اس پر دودھ پلانے والی عورت کا کھانا اور کپڑا واجب ہے۔یعنی لڑکے کے باپ پر دودھ پلانے والی کا کھانا اور کپڑا واجب ہے یا تو اس لئے کہ وہ اس کی بیوی ہے یا اس لئے کہ اس کے بیٹے کو دودھ پلاتی ہے بہر حال اللہ تعالیٰ کا ان الفاظ سے یہ مقصود ہے کہ باپ پر اولاد کے پالنے کا کھانا اور کپڑا واجب ہے۔یہ مضمون اس عبارت سے صاف سمجھ میں آتا

ہے اسی کے ذیل میں یہ بات بھی اشارے سے سمجھ میں آگئی کہ لڑکا باپ ہی کا ہے۔پہلا مسئلہ عبارتُ النَّص سے سمجھ میں آگیا اور دوسرا مسئلہ اشارتُ النَّص سے سمجھ میں آگیا اور یہ بات الفاظ سے نہیں بلکہ معنی سے سمجھی گئی۔

(سوال) **دلالتُ النَّص** کسے کہتے ہیں؟

(جواب) **دلالتُ النَّص** کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم سے یہ مثال دی جاسکتی ہے قال اللہ تعالیٰ **ولا تقل لهما اف ولا تنهر هما** یعنی ماں اور باپ کو اف نہ کہہ اور نہ جھڑک۔جہاں تک اس عبارت کا تعلق ہے اس سے تو ماں باپ کو اف کہنا اور جھڑکنا منع سمجھا گیا اور اس سے ان کو تکلیف دینا جو اس آیت کے معنی سے ایک لازمی بات بن جاتی ہے وہ بھی منع سمجھا جائے گا ۔پس ماں باپ کو مارنا اور تکلیف دینا حرام سمجھا جائے گا اور جس دلیل کی بنیاد پر اس کو حرام سمجھا جائے گا اس دلیل کو دلالتُ النَّص کہتے ہیں۔

(سوال) اقتضاءُ النَّص کو سمجھنے کے لئے قرآن حکیم سے یہ مثال دی جاسکتی ہے۔قال اللہ تعالیٰ اقیموا الصلوٰۃ یعنی نماز پڑھو قرآن کریم کی اس عبارت سے نماز کا پڑھنا سمجھا گیا لیکن شرع میں نماز بغیر طہارت کے صحیح نہیں ہے اور یہ طہارت نماز کے لئے شرط بن گئی نماز کا پڑھنا تو قرآن حکیم کی عبارت سے سمجھ میں آیا اور باغسل اور باوضو ہونا جس پر نماز کے صحیح ہونے کا دارومدار ہے اقتضاءُ النَّص سے سمجھا جاتا ہے مطلب یہ کہ نماز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آدمی پہلے باوضو اور باغسل ہو ۔دوسری مثال اس طرح ہے کہ کسی نے اپنے نوکر سے مثلاً یہ کہا کہ مجھے پانی پلا۔پس پانی کی طلب بطور **عبارتُ النَّص** کے سمجھی گئی لیکن اس پانی پلانے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ کسی برتن

میں پلایا جائے لہٰذا وہ برتن کہ جس میں آقا کو پانی پلایا جائے **اقتضاءُ النص** کہلایا جائے گا۔

(سوال) قرآن کریم کی کتنی آیتیں ایسی ہیں جن سے احکام حاصل کئے جاتے ہیں؟

(جواب) قرآن کریم کی تقریباً پانچ سو آیات ایسی ہیں جن سے احکام حاصل کئے جاتے ہیں۔ باقی قرآن میں کافروں کے عذاب اور ہلاکت اور مومنوں کے ثواب وغیرہ امور مذکور ہیں۔

(سوال) شرع کی دوسری بنیاد کیا ہے؟

(جواب) شرع کی دوسری بنیاد سنّت نبی ﷺ ہے۔

(سوال) سنت کی کتنی قسمیں ہیں؟

(جواب) سنت کی تین قسمیں ہیں:

۱ سنت قولی ۲ سنت فعلی ۳ سنت تقریری

(سوال) سنت قولی کسے کہتے ہیں؟

(جواب) نبی ﷺ نے زبان مبارک سے جو کچھ فرمایا ہو وہ سنت قولی کہلاتا ہے۔

(سوال) سنت فعلی کسے کہتے ہیں؟

(جواب) نبی ﷺ نے جو کام کیا ہو وہ سنت فعلی کہلاتا ہے۔

(سوال) سنت تقریری کسے کہتے ہیں؟

(جواب) سنت تقریری وہ سنت ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے کسی نے کوئی کام کیا ہو اور حضور ﷺ نے اس کو دیکھ کر منع نہ فرمایا ہو۔

(سوال) سنت کی ان تینوں قسموں کا شرع میں کیا مقام ہے؟

(جواب) سنت کی یہ سب قسمیں دین کی دلیل ہیں اور اسی طرح صحابی کا قول بھی اور فعل بھی سنت میں سنت میں داخل ہے۔ اور جمہور محدثین (یعنی علم حدیث رکھنے والوں کی اکثریت) ان سب اقسام کو حدیث کہتے ہیں اور کچھ محدث صرف سنت قولی اور سنت فعلی کو ہی حدیث کہتے ہیں اور باقی کو اثر کہتے ہیں۔

(سوال) اثر کسے کہتے ہیں؟

(جواب) عام طور پر صحابہ کرامؓ کے قول و عمل کو اثر کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع آثار ہیں۔

(سوال) سنت کی کتنی قسمیں ہیں؟

(جواب) سنت کی دو قسمیں ہیں:

۱ **سنت الھدیٰ** ۲ **سنت الزوائد**

سنت الھدیٰ کو سنت مؤکدہ بھی کہتے ہیں جیسے نماز باجماعت اور اذان وغیرہ اور سنت الزوائد وہ سنتیں ہیں جن کے ترک سے گناہ لازم نہ آئے جیسا نبی ﷺ کے لباس اور قعود و قیام کی روش (عادت)۔

(سوال) جن احادیث سے احکام ثابت ہیں ان کی تعداد کتنی ہیں؟

(جواب) جن احادیث سے احکام ثابت ہیں ان کی تعداد تقریباً تین ہزار ہیں۔

(سوال) اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دینی امور کے متعلق جو کچھ نبی ﷺ فرماتے تھے وہ سب حکم الٰہی سے فرماتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں خبر دیتا ہے وما ینطق عن الھویٰ کہ نبی ﷺ اپنی طرف سے اپنی خواہش سے خدا کے حکم کے بغیر دینی امور میں نہیں بولتے۔ اس سے معلوم ہوا اللہ

کی کتاب بھی امر الٰہی ہے اور سنت رسول ﷺ بھی دراصل امر الٰہی ہے۔ پھر اللہ کی کتاب یعنی قرآنِ مجید کا اول رتبہ کیوں مقرر کیا گیا؟ اور سنت کو دوسرے مرتبہ میں کیوں رکھا؟ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن حضرت ﷺ کی زبان سے ہم کو پہنچا ہے اور سنت بھی آپ ہی سے ثابت ہے۔ پھر مرتبہ میں فرق کیوں؟

(جواب) قرآنِ مجید قطعی الثبوت (Absolutely proved) ہے اور سنت بطور ظن کے ثابت ہے۔

(سوال) قطعی الثبوت کا مطلب کیا ہے؟

(جواب) جس بات کی بے شمار سند ہوں اور بے شمار راوی روایت کرتے ہوں اور عقل اتنے آدمیوں کا جھوٹا ہونا ناممکن سمجھے تو اس کو متواتر (**Continued**) کہتے ہیں اور پھر جو بات خاص طور سے متواتر ہو تو اس کو قطعی الثبوت کہہ سکتے ہیں۔ جیسے شہر مکہ یا مدینہ کے موجود ہونے کو بے شمار لوگ بیان کرتے ہیں۔ اتنے لوگوں کے اس متفقہ بیان کو عقل جھوٹ نہیں مان سکتی لہٰذا اس خبر متواتر سے شہر مکہ یا مدینہ کے موجود ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ قرآنِ کریم کی ہر آیت ہر زمانے میں ہر طبقہ کے مسلمانوں نے تواتر کے ساتھ (With continuation) تسلیم کی ہے لہٰذا قرآن مجید قطعی الثبوت ہے۔ کیونکہ قرآنِ مجید حرف بہ حرف نبی ﷺ سے خبر متواتر سے ثابت ہے۔ اس سبب سے قرآنِ مجید کا ثبوت حضرت محمد ﷺ سے یقینی ہے۔ قرآن کے الفاظ و معنی دونوں من اللہ ہیں۔ بخلاف سنت کے کہ اس کے فقط معنی اللہ کی طرف سے ہیں۔

(سوال) سنت بطور ظن کے ثابت ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

(جواب) صحابہؓ کو اپنی حیات میں احادیث رسول اللہ ﷺ لکھنے کی حاجت نہ تھی۔ ان کے بعد جب تابعین اور تبع تابعین نے یہ دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ سب اٹھ گئے۔ اب کوئی نہیں کہ اس سے دریافت کیا کریں اور اب چند روز میں یہ دور بھی گذرنے والا ہے۔ پھر زمانہ حضرت سے دور جا پڑیگا۔ حضرت کی احادیث پچھلے لوگوں کو صحت (صحیح الفاظ) کے ساتھ پہنچنی مشکل پڑ جائینگی۔ اور ابھی چونکہ حضرت ﷺ کا زمانہ قریب ہی ہے اور سند کے ساتھ روایت کرنے والے کم ہیں مناسب ہے کہ جو احادیث حضور ﷺ کی صحیح سند کے ساتھ ہم کو پہنچی ہیں ان کو لکھ دیا جائے۔ تو ان محدثین نے لکھنا شروع کیا پھر فن حدیث میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔

(سوال) فن حدیث میں جو کتابیں لکھیں گئیں ان کے کتنے طبقے ہیں؟

(جواب) فن حدیث میں جو کتابیں لکھیں گئیں ان کے چار طبقے ہیں۔

(سوال) ان چار طبقوں کے کیا نام ہیں؟

(جواب) طبقہ اولیٰ، طبقہ دوم، طبقہ سوم، طبقہ چہارم۔

(سوال) یہ چار طبقات کس بنیاد یا کس اعتبار سے متعین کئے گئے؟

(جواب) یہ چار طبقات بہ اعتبار صحت، شہرت اور قبولیت کے متعین کئے گئے۔

(سوال) صحت، شہرت اور قبولیت سے کیا مراد ہے؟

(جواب) صحت سے مراد یہ ہے کہ اس کتاب کا مصنف اس بات کا التزام کرے کہ اس میں سوائے حدیث صحیحہ یا حسنہ کے اور نہ لاوے اور اگر لاوے تو اس کے راوی کا حال بیان کر دے۔ شہرت سے مراد یہ ہے اہل حدیث (محدثین) طبقۃً بعد طبقۃٍ اس کتاب سے مشغول ہوئے ہوں کہ اس کی

احادیث کو روایت کرتے ہوں اور اس کی وضاحت اور شرح کرتے ہوں۔ اور قبول سے یہ مراد ہے کہ نقاد حدیث نے اس کو مانا ہو اور اس پر اعتراض نہ کیا ہو۔ پس جس کتاب میں یہ تینوں وصف کمال خوبی کے ساتھ پائے جائیں گے وہ طبقہ اولیٰ میں شمار کی جائے گی اور اس طبقہ میں محدثین کے نزدیک تین کتابیں ہیں۔

(سوال) طبقہ اولیٰ کے ان تین کتابوں کے نام کیا ہیں؟

(جواب) ان تین کتابوں کے نام اس طرح ہیں:

۱۔ مؤطا امام مالک ۲۔ صحیح بخاری ۳۔ صحیح مسلم

(سوال) طبقۂ اولیٰ کی یہ تین کتابیں کن حضرات نے تصنیف کیں؟

(جواب) اول کتاب جو تصنیف ہوئی وہ مؤطا امام مالک ہے اور قریب ہزار شخص اس کو روایت کرتے ہیں اور جس قدر حدیث مرفوع اس میں ہیں اکثر صحیح بخاری میں ہیں گویا صحیح بخاری اس کی احادیث مرفوعہ کو مشتمل ہے گو آثار صحابہؓ و تابعینؒ مؤطا میں زائد ہیں۔

دوسری کتاب صحیح بخاری ہے کہ جس کو امام عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے تصنیف کیا۔ بہت سے علماء نے اس کو بخاری سے روایت کیا ہے۔

تیسری کتاب صحیح مسلم ہے کہ جس کو امام ابو الحسین مسلم بن حجاج نیشاپوریؒ نے تصنیف کیا۔ سب اہل حدیث (محدثین) نے ان کو قبول کیا ہے اور نہایت شہرت ان کی ہوئی۔

(سوال) طبقہ دوم میں کون کون سی کتابیں آتی ہیں؟

(جواب) طبقۂ دوم میں درج ذیل کتابیں آتی ہیں:

جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی۔ کل ملا کر ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں۔ ابن الاثیرؒ نے جامع الصول میں ان چھ کتابوں کو جمع کیا ہے اور ان کی مشکلات کی شرح اور اسماء الرجال متعلقات کو خوب بیان کیا ہے گویا یہ کتاب صحاح ستہ کی شرح ہے۔

(سوال) ابن الاثیر کون تھا۔ کیا اس کی رائے کے علاوہ بھی اکابرین امت میں سے ان کتابوں کے متعلق کسی نے اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے؟

(جواب) ابن الاثیرؒ کے علاوہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی اپنی رائے پیش فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ فقیر کے نزدیک مسند امام احمد بھی دوسرے طبقہ میں داخل ہے مگر اس میں ضعیف حدیث بہت سی ہیں کہ ان کے راویوں کا حال وہاں بیان نہیں کیا۔ لیکن تب بھی وہ سب کتب احادیث کی اصل ہے اور اسی طرح سنن ابن ماجہ کو بھی جو کہ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینیؒ کی تصنیف ہے اسی طبقہ میں شمار کرنا چاہیے گو اس میں بعض احادیث نہایت ضعیف ہیں۔ محققین کے نزدیک کتاب الآثار امام محمدؒ کی تصنیف بھی اسی طبقہ میں ہے۔

(سوال) صحاح ستہ یعنی چھ صحیح حدیث کی کتابوں کے مصنفین کی تاریخ پیدائش و وفات کیا ہے؟

(جواب) ان کی تاریخ وفات و پیدائش اس طرح ہے:

نام	مقام پیدائش	تارخ پیدائش	تاریخ وفات	مقام وفات
امام مالکؒ	مدینہ	۹۳ ہجری	۱۷۹ ہجری	مدینہ (جنت البقیع)
امام بخاریؒ	بخارا	۱۹۴ہجری	۲۵۶ہجری	خرتنگ (از بکستان)
امام مسلمؒ	نیشاپور	۲۰۴ہجری	۲۶۱ہجری	نصیر آباد نیشاپور

امام ترمذیؒ	ترمذ	۲۰۱ہجری	۲۷۹ہجری	ترمذ ازبکستان
ابوداؤدؒ	سجستان افغانستان	۲۰۴ہجری	۲۷۵ہجری	بصرہ جنوبی عراق
امام نسائیؒ	نسا ترکمانستان	۲۱۵ہجری	۳۰۲ھجری	القدس فلسطین
امام احمدؒ	بغداد	۱۶۴ھجری	۲۴۱ھجری	بغداد

(سوال) طبقہ سوم میں کون کون سی کتابیں آتی ہیں؟

(جواب) طبقہ سوم میں درج ذیل کتابیں آتی ہیں:

مسند امام شافعیؒ، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی، مسند ابویعلیٰ موصلی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند ابی بن داؤدوالطیالسی، سنن دار قطنی، صحیح ابن حبان، مستدرک، حاکم، بیہقی کی کل کتابیں، طحاوی کی کل کتابیں، طبرانی کی سب تصانیف، اعنی معجم صغیر وکبیر وغیرہ، صحیح ابن عوانہ، صحیح ابن السکن، منتقی، ابن جارود کی تصنیف، اور مختارہ ضیاء الدین مقدسی کی۔

(سوال) طبقہ سوم کی کتابوں کی کیا خصوصیات ہیں؟

(جواب) ان کتابوں کے لکھنے والے یا تو بخاری و مسلم کے ہم عصر ہیں یا بعد میں ہیں۔

(سوال) جو حضرات بخاری و مسلم کے ہم عصر ہیں وہ کون ہیں؟

(جواب) ابو بکر بن ابی شیبہ، عبدالرزاق ابو داؤد طیالسی، عبد بن حمید اور شافعی حضرت بخاری و مسلم سے مقدم ہیں۔

(سوال) بخاری و مسلم کے ہم عصر کون ہیں؟

(جواب) دارمی اور ابویعلیٰ موصلی امام بخاری و مسلم کے ہم عصر ہیں۔

(سوال) جو حضرات امام بخاری کے بعد میں ہیں ان کے نام کیا ہیں:

(جواب) ان حضرات کے نام اس طرح ہیں:

ابن خزیمہ، ابن حبان، بیہقی، حاکم، طبرانی۔

(سوال) ان حضرات کی کتابیں بخاری و مسلم کے ہم پلہ تصور کیوں نہیں کی جاتی ہیں؟

(جواب) ان حضرات نے اپنی تصانیف میں صحت کا التزام نہیں کیا۔ بلکہ صحیح وضعیف جو ملا لکھدیا۔ لہٰذا ان کی کتابیں شہرت اور قبولیت میں طبقۂ اولیٰ وثانیہ کو نہیں پہنچیں اور ان کے راوی بعض قوی، بعض ضعیف اور بعض مجہول الحال ہیں اور ان کے احادیث بعض صحیح، بعض حسن، بعض ضعیف اور بعض موضوع (بنائی ہوئی) ہیں۔

(سوال) کیا یہ حضرات علم حدیث میں کوئی کمال نہیں رکھتے تھے؟ اور اگر رکھتے تھے تو ان کی کتابیں بخاری و مسلم کے درجہ کو کیوں نہیں پہنچیں؟

(جواب) یہ حضرات یقیناً علم حدیث میں کمال تبحر رکھتے تھے اور ان کا مقام بہت اونچا تھا اور ان کی دیانت اور فہم قابل ستائش تھی۔ سب کے سب عادل تھے۔ گویا علماء کے نزدیک متصف بالعدالت تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی کتابوں میں وہ سب احادیث جمع کیں جو ان کو ملیں۔ ان میں قوی احادیث بھی تھیں اور ضعیف بھی تھیں۔ یہ طرز عمل اختیار کرنے میں ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کے قوی و ضعیف ہونے کی شناخت بعد میں کی جائے لیکن فی الحال کوئی حدیث ایسی باقی نہ رہ جائے جو لکھی نہ جائے تاکہ کوئی حدیث ضائع نہ ہو جائے۔

(سوال) کیا درجہ سوم کی کتابیں سب ایک ہی مرتبہ کی ہیں یا مرتبے کے اعتبار سے ان میں بھی کچھ تفاوت ہے؟

(جواب) ان کتابوں میں مرتبے کے اعتبار سے ضرور تفاوت ہے کہ بعض کتابیں بعض سے قوی ہیں

(سوال) ان کتابوں کے کیا نام ہیں؟

(جواب) ان کتابوں کے نام اس طرح ہیں:

مسند امام شافعیؒ، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی، مسند ابویعلیٰ موصلی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، ، مسند ابو داؤدالطیالسی، سنن دار قطنی، صحیح ابن حبان، مستدرک، حاکم، بیہقی کی کل کتابیں، طحاوی کی کل کتابیں، طبرانی کی سب تصانیف، اعنی معجم صغیر و کبیر وغیرہ، صحیح ابن عوانہ، صحیح ابن السکن، منتقی ابن جارود کی تصنیف، اور مختارہ ضیاء الدین مقدسی کی۔

(سوال) طبقہ چہارم میں کون کون سی کتابیں آتی ہیں؟

(جواب) طبقہ چہارم میں بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے بعض کا نام اس طرح ہے:

(۱) کتاب الضعفاء لابن حبان (۲) تصانیف الحاکم (۳) کتاب الضعفاء للعقیلی (۴) کتاب الکامل لابن عدی (۵) تصانیف ابن مردویہ (۶) تصنیف خطیب (۷) تصانیف ابن شاہین (۸) تفسیر ابن جریر (۹) فردوس دیلمی بلکہ اس کی کل تصانیف (۱۰) تصانیف ابن نعیم (۱۱) تصانیف جوزقانی (۱۲) تسانیف ابن عساکر (۱۳) تصانیف ابوالشیخ (۱۴) تصانیف ابن نجار

(سوال) طبقہ چہارم کی کتابیں کب لکھیں گئیں؟

(جواب) یہ وہ کتابیں ہیں جن کی احادیث کا اس سے سابقہ زمانے میں کچھ نام ونشان نہ تھا۔ اور یہ

وہ احادیث ہیں جن کو سابقہ محدثین نے بے اصل جان کر چھوڑ دیا یا اگر کچھ اصل بھی پائی تو اپنی چھان بین کے سبب ان کو ترک کیا۔

(سوال) ان احادیث کا شرع میں کیا مقام ہے؟

(جواب) یہ احادیث اس قابل نہیں کہ ان سے کوئی عقیدہ یا کوئی شرعی حکم ثابت کیا جائے۔

(سوال) جب ان کتابوں کا یہ حال ہے تو انہیں کیوں لکھا گیا؟

(جواب) ان کتابوں میں بھی تمام احادیث موضوع اور بے اصل نہیں۔ ہاں اکثر احادیث ضعیف و موضوع ہیں۔ لیکن اس قسم کی احادیث سے کسی عقیدے کو ثابت کرنا لاحاصل ہے۔ ہاں دوسری صحیح کتابوں کی احادیث کی تائید وتقویت کے لئے کہیں کہیں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس میں کچھ حرج نہیں۔

(سوال) حدیث کی کتابوں کی کتنی قسمیں ہیں؟

(جواب) حدیث کی کتابوں کی سات قسمیں ہیں.

ان سات قسموں کے نام اس طرح ہیں:

۱ جوامع ۲ مسانید ۳ معاجم ۴ سنن ۵ اجزاء ۶ رسائل ۷ اربعینات

(سوال) جامع یا جوامع حدیث کی کتابوں میں کس قسم کی کتاب کو کہتے ہیں؟

(جواب) جامع محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں کہ جس میں سب قسم کی احادیث پائی جائیں یعنی ۱ احادیث عقائد ۲ احادیث احکام ۳ احادیث رقاق کہ جن سے رقت قلبی

حاصل ہو ۴؎ احادیث آداب اکل وشرب یعنی کھانے پینے کے آداب اور قیام وقعود کے آداب ۵؎ تفسیر قرآن کے متعلق احادیث ۶؎ احادیث تاریخ وسیر (سیر یعنی سیرت کے متعلق) ۷؎ احادیث فتن کہ جس میں فتنوں اور حوادث کا ذکر ہو ۸؎ احادیث مناقب ومثالب یعنی تعریف اور عیب ۔علماء نے ان آٹھ فنون (فن کی جمع) کو جداگانہ بھی لکھا ہے۔

(سوال) علماء نے جو جداگانہ طور پر ان فنون کو لکھا ہے ان کے الگ الگ کیا نام رکھے ہیں؟

(جواب) ۱؎ احادیث عقائد کو علم التوحید والصفات کہتے ہیں۔ ۲؎ وہ حدیثیں جن میں احکام درج ہیں ان کو سنن کہتے ہیں اس میں کتاب الطہارت سے کتاب الوصایا تک فقہ کی ترتیب کے مطابق احادیث ہوتی ہیں ۔۳؎ وہ احادیث جن سے دل میں رقت طاری ہوتی ہے۔اُن کو علم سلوک وزُہد کہتے ہیں

۴؎ وہ احادیث جن میں (ادب کے متعلق باتیں ہوتی ہیں) کو علم ادب کہتے ہیں امام بخاریؒ کی اس فن میں ایک کتاب (کتابُ الادبُ المفرد) ہے۔۵؎ وہ احادیث جو تفسیر کے متعلق ہوتی ہیں اُن کو تفسیر کہتے ہیں ۔مثلاً تفسیر ابن مردویہ، تفسیر دیلمی، تفسیر ابن جریر وغیرہ تفسیر دُرمنثور جو جلال الدین سیوطیؒ نے لکھی ہے ان تمام تفسیروں کی جامع ہے یعنی ایسی تفسیر جو دوسری تفسیروں سے بے نیاز بنا دیتی ہے۔۶؎ احادیث تاریخ وسیر یعنی سیرت۔ان احادیث کی دو قسمیں ہیں۔ جو احادیث آسمان و زمین، ملائکہ، حیوان جن وشیاطین وانس یعنی انسانوں کی پیدائش سے تعلق رکھتی ہیں ان کو بدء الخلق کہتے ہیں اور جو ہمارے نبی ﷺ اور صحابہ وآلِ عظام کے حالات میں آپ کی پیدائش سے وفات تک ہو اس کو سیر کہتے ہیں۔

سوال:۔اس فن یعنی سیر میں کون سی مشہور کتابیں ہیں؟

جواب:۔اس فن میں مندجہ ذیل کتابیں ہیں:

۱) سیرت ابن اسحاق ۲) سیرت ابن ہشام ۳) سیرت ملا عمر ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں ہیں۔اگر کہیں سے روضۃ الاحباب بغیر تحریف کے ملے تو وہ بھی بہت غنیمت ہے۔مدارج النبوۃ جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف ہے اور سیرت شامیہ اور مواہب لدنیہ بھی غنیمت ہیں

سوال:۔وہ احادیث جو فتنوں کے متعلق بیان ہوتے ہیں ان کو کیا کہتے ہیں؟

جواب:۔اس قسم کی احادیث کو علم فتن کہتے ہیں۔

سوال:۔وہ احادیث جو کسی کی منقبت یا برائی میں بیان ہوتے ہیں ان کو کیا کہتے ہیں؟

جواب:۔اس قسم کی احادیث کو علم المناقب کہتے ہیں؟

سوال:۔جس کتاب میں یہ سب علوم ہوں اس کو کیا کہتے ہیں؟

(جواب) جس میں یہ سب علوم ہوں اس کو جامع کہتے ہیں مثلاً جامع ترمذی وجامع بخاری۔

(سوال) مسلم شریف کو جامع کیوں نہیں کہتے ہیں؟

(جواب) چونکہ اس حدیث کی کتاب میں احادیث تفسیر وقرأت نہیں ہیں اس لئے اس کو جامع نہیں کہتے ہیں۔

(سوال) مسند حدیث کی کس قسم کی کتاب کو کہتے ہیں؟

(جواب) مسند حدیث کی ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں صحابہ کرامؓ سے روایت کردہ احادیث ان کے ناموں کی حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق لایا گیا ہو۔یا جس صحابیؓ نے پہلے اسلام قبول کیا ہو اس

کی روایت کردہ احادیث کو لایا جاتا ہے یا اس کے شرافت نسب کی بنیاد پر مطلب یہ کہ جو صحابیؓ اول اسلام لایا ہو۔ یا اس کو حضرت محمد ﷺ سے زیادہ قرابت ہو اس کی روایت کردہ احادیث کو پہلے لایا جاتا ہے

(سوال) معجم حدیث کی کس قسم کی کتاب کو کہتے ہیں؟

(جواب) معجم حدیث کی اس قسم کی کتاب کو کہتے ہیں جس کو کسی شیخ حدیث کی وفات کی ترتیب کے مطابق جمع کیا گیا ہو یعنی جو شیخ پہلے وفات پا چکا ہو۔ یا ان بزرگوں کے ناموں کی حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہو۔ یا اس شیخ کے علم وزہد وتقویٰ کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہو۔ لیکن حروف تہجی کا اکثر اعتبار کیا جاتا ہے مثلاً معاجم ثلاثہ طبرانی۔

(سوال) ''سنن'' حدیث کی کس قسم کی کتاب کو کہتے ہیں؟

(جواب) سنن ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیثِ احکام بیان کئے گئے ہوں مثلاً سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی۔

(سوال) ''جز'' حدیث کی کس قسم کی کتاب کو کہتے ہیں؟

(جواب) ''جز'' حدیث کی ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص شخص کی احادیث کو جمع کیا جائے مثلاً جزِ حدیث ابی بکر یا مطالب ثمانیہ میں سے ایک مطلب کو خاص کیا جاوے مثلاً باب النیۃ وغیرہ۔

(سوال) رسالہ کس کو کہتے ہیں؟

(جواب) رسالہ مطلق کتاب کو کہتے ہیں۔ مگر مراد یہ ہے کہ اس میں مطالبِ ثمانیہ میں سے کسی

جزِ خاص کو لکھتے ہیں۔ جلال الدین سیوطیؒ وحافظ ابن حجرؒ کو اس قسم کے رسالے تصنیف کرنے میں بڑا کمال حاصل تھا۔

(سوال) اربعین کسے کہتے ہیں؟

(جواب) اربعین چالیس حدیثوں کی اس کتاب کو کہتے ہیں جو ایک ہی باب میں لکھی جاتی ہیں۔ کسی رسالے میں ایک ہی سند سے یا کسی رسالے میں کئی اسناد سے لکھی جاتی ہیں اس قسم کی چہل حدیث کثرت سے ہیں۔

(سوال) حضرات محدثین نے یہ سب کچھ کس لئے کیا اور یہ کام کس کے کہنے سے انہوں نے کیا؟

(جواب) یہ اللہ کا ہم پر بے انتہا احسان ہے کہ اس نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے دین کو قیامت تک محفوظ رکھنے کے لئے اس قسم کی عمدہ تدبیریں اپنے بندوں سے کروائیں تاکہ قرآنِ مجید اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث قیامت تک محفوظ رہ سکیں۔

(سوال) یہود تورات کو اور نصاریٰ انجیل کو خدا کی کتاب کہتے ہیں کیا وہ صرف ایک سند سے اپنی کتاب کو اپنے نبیؑ تک ثابت کر سکتے ہیں اور وہ سند بھی ایسی ہو جس میں روایت کرنے والوں کا سلسلہ لگاتار اور تسلسل کے ساتھ بیچ میں کسی بھی جگہ کسی راوی کے چھوٹے بغیر پہنچ جاتا ہو؟

(جواب) یہ دونوں باطل فرقے اپنی کتاب کو ایک بھی ایسی سند سے اپنے نبیؑ تک ثابت نہیں کر سکتے ہیں۔

(سوال) شرع کی تیسری بنیاد اجماع امت کو کیوں مانا جاتا ہے؟

(جواب) امت کے علماء وصلحاء جس بات پر اتفاق کریں اس کو بھی شرع کی ایک بنیاد تصور کیا جاتا

ہے کیونکہ امت کے اجماع سے مراد امت کے علماء وصلحاء ہی ہیں نہ کہ عوام اور جہلاء لہٰذا جس امر میں امت کا اتفاق ہو گیا وہ حق اور درست ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ امت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہو گی کیونکہ قرآن میں اس امت کو کنتم خیر امةٍ فرمایا گیا ہے یعنی اے امت محمد ﷺ تم ایک اچھی امت ہو پس اچھی امت گمراہی پر متفق نہیں ہو گی خدانہ خواستہ اگر امت گمراہی پر متفق رہ سکتی تو وہ اچھی بھی نہیں رہ سکتی اور اس سے قرآن کی تکذیب لازم آتی۔ اور دوسری جگہ اللہ فرماتا ہے **ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ و نصله جهنم و سآء ت مسیراً** (ترجمہ) یعنی جو شخص مؤمنین سے الگ ہو کر اور راہ چلے گا تو ہم اس کو وہی راہ چلا دیں گے اور پھر جہنم میں بٹھلائیں گیا اور وہ بری جگہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ مومنین جس راہ پر ہیں وہ درست ہے اور ان کے خلاف چلنے والا گمراہ ہے اور جہنم میں جاوے گا اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ حضور ﷺ نے بھی فرمایا ہے **لن تجتمع امتی علیٰ ضلالة** یعنی میری امت کبھی کسی گمراہی پر متفق نہ ہو گی اور دوسری جگہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے **ید الله علی الجماعت و من شذ شذ فی النار** (ترجمہ) اور جہاں کسی امر میں مسلمانوں کو باہمی اختلاف ہو جائے تو جس طرف کثرت ہو یعنی اکثر علماء وصلحاء اسی راہ پر چلو کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ رہتا ہے یعنی اللہ ان کا طرف دار ہوتا ہے پھر جو ان سے الگ ہوتا ہے تو وہ اکیلا جہنم میں جائے گا اسی طرح اور بھی کئی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے اور یہ شرف خصوصیت کے ساتھ اسی امت کو حاصل ہے اور وجہ بھی اس کی ظاہر ہے کہ ایک رائے دوسرے کی رائے کے ملنے سے بہت قوی ہو جاتی ہے جس طرح بہت سے بال ملانے سے ایک قوی رسی ہو جاتی ہے کہ توڑنے سے نہیں ٹوٹتی اگرچہ ایک ایک بال کو جدا جدا کر کے ہر کوئی توڑ سکتا ہے اسی طرح ایک ایک شخص اگرچہ

غلطی کر سکتا ہے لیکن جب بہت سے ہوں گے تو ایک کی رائے سے مل کر قوی ہو جائے گی باقی اجماع کے اقسام اور اسباب وغیرہ اصول فقہ میں مفصل بیان کئے گئے ہیں یہاں ان کے ذکر کی حاجت نہیں۔

(سوال) چوتھی بنیاد قیاس پر ہے اس سے کیا مراد ہے؟

(جواب) ابوداؤد، ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے کہ معاذ ابن جبل صحابی کو جب نبی ﷺ نے یمن میں قاضی بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ اے معاذ تو کیسے فیصلہ کرے گا جب کوئی جھگڑا تیرے پاس آئے گا۔ عرض کیا اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ مسئلہ اللہ کی کتاب میں نہ ملے تو کیا کرے گا عرض کیا حضور ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا فرمایا اگر وہاں بھی نہ ملا تو کیا کرے گا عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور بند نہ ہوں گا۔ پس نبی ﷺ نے معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ سب تعریفیں اس اللہ کو ہیں کہ جس نے اپنے رسول کے قاصد کو ایسی توفیق دی کہ جس سے رسول اللہ ﷺ خوش ہو گیا۔ اس قسم کی احادیث کی بنیاد پر قیاسِ مجتہدین شرع کی چوتھی بنیاد قرار دی جاتی ہے لیکن قیاس کو بعض لوگ نہیں مانتے۔ ماضی میں ایسا فرقہ ''ظاہریہ'' کہلاتا تھا جن کا سردار داؤد ظاہری اصفہانی تھا اور اس کے بعد ابن تیمیہؒ اور ابن حزمؒ اور ماضی قریب میں قاضی شوکانیؒ تھا۔ آج کل جو فرقہ غیر مقلد ہے وہ انہی کا مقلد ہے اور یہ لوگ مسائل اجتہادیہ میں تقلید یا پابندی ضروری نہیں جانتے اور ہر کسی کو آزادی عطا کرتے ہیں چاہے قرآن وحدیث میں اس کو تدبر ہو یا نہ ہو اور اس طرح اہلسنت کے نظام کو درہم برہم کرتے ہیں آج کل مسلمانوں میں اس جھگڑے نے اور بھی نفاق پیدا کر دیا۔

(سوال) کیا اور بھی کوئی مثال دی جا سکتی جس سے پتہ چلے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے اجتہاد کرنے کو اچھا کہا؟

(جواب) جی ہاں۔ ایک بار نبی ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا تھا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھنا۔ بعض صحابہؓ نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ ہم جلدی کریں اس لئے اپنے مکان پر عصر پڑھی اور بعض نے اجتہاد نہ کیا بلکہ حضور ﷺ کے حکم کے مطابق وہاں جا کر نماز پڑھی حضور ﷺ نے دونوں جماعتوں کو اچھا کہا۔

(سوال) کیا اور کوئی مثال بھی دی جا سکتی ہے؟

(جواب) امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں اور امام محمدؒ نے اپنی مؤطا میں اور ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اگر کوئی ذکر یعنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے کیا اس کو پھر لازمی طور وضو کرنا ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ وہ بھی ایک عضو ہے اور اعضاء کی طرح ۔پس یہ بھی قیاس ہے کہ اپنے ذکر کو چھونے سے وضو نہ ٹوٹنے کو دیگر اعضاء کے چھونے پر قیاس فرمایا۔

(سوال) اگر کوئی مجتہد اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرے اور فیصلہ کرنے میں اسے غلطی ہو جائے تو اس کے مطلق کیا حکم ہے؟

(جواب) حاکمؒ اور امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے پس اگر اس کی رائے ثواب پر ہے یعنی درست ہے تو اسکو دو اجر اور اگر خطا یعنی غلطی پر ہے تو ایک اجر ہے۔ غرض اور بھی بہت سے مضامین ایسے ہیں کہ جن سے قیاس کا حجت ہونا ثابت

ہے اور جمہور مسلمین سلف سے خلف تک سب اس کو حجت شرعی کہتے آئے ہیں۔ پس اہل اسلام کا اس کے دلیل شرعی ہونے پر اجماع (اتفاق) ہو گیا ہے۔

(سوال) کیا ہر حاکم اجتہاد کر سکتا ہے؟

(جواب) نہیں۔ البتہ جو عالم احادیث اور قرآن کو خوب سمجھتا اور جانتا ہو۔ قوی وضعیف، ناسخ و منسوخ وغیرہ سب اقسام پہچانتا ہو اور ان مسائل پر بھی مطلع ہو جن کے اوپر علماء میں اتفاق یا اختلاف رہا ہو۔ اس کے علاوہ قیاس کی بھی قدرت رکھتا ہو تو وہ مجتہد ہے۔ قیاس اور مجتہد کے دیگر شرائط اصول فقہ میں مذکور ہیں۔

(سوال) اس قسم کے مجتہد تاریخ میں کتنے گذرے ہیں؟

(جواب) اس قسم کے مجتہد بہت سے گذرے ہیں لیکن ان سب میں چار بزرگ بہت ہی مقبول اور نامور گذرے ہیں۔

(سوال) ان چار بزرگوں کے نام کیا ہیں؟

(جواب) اول امام ابوحنیفہؒ بن ثابت کوفی ہیں۔ کوفہ عراق میں ایک مشہور جگہ کا نام ہے۔ ان کے زمانہ میں کئی اصحاب رسول ﷺ بھی موجود تھے۔ ان کی بزرگی، علم اور دیانت کو تمام اہل اسلام نے تسلیم کیا ہے ان کے شاگردوں میں بھی کچھ مجتہد تھے مثلاً امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ۔ دوسرے امام مالکؒ بن انس تھے اور وہ مدینہ کے رہنے والے تھے۔ تیسرے امام محمدؒ بن ادریس شافعی تھے۔ چہارم امام احمدؒ بن حنبل تھے۔

(سوال) ان بزرگوں نے کون سا کارنامہ انجام دیا؟

(جواب) ان بزرگانِ دین نے قرآن اور احادیث سے مسائل نکال کر لوگوں کی آسانی کے لئے الگ جمع کر دئے اور اس کا نام فقہ رکھا۔

(سوال) ان امام صاحبان کے درمیان کس قسم کا اختلاف تھا۔

(جواب) کوئی بنیادی اختلاف نہیں تھا بلکہ جزئی یا فروعی اختلاف تھا۔

(سوال) کیا کوئی آسان سی مثال دی جاسکتی ہے جس سے اصولی اور فروعی اختلاف کو سمجھا جاسکتا ہے؟

(جواب) کسی بھی ملک کی عدالت عالیہ میں جج صاحبان ملک کے قانون کے مطابق فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔لیکن وکلاء اپنی سوچ اور دیانت کے مطابق عدالت میں قانون کی تشریح کرتے ہیں۔آخر پر جج صاحب فیصلہ سناتا ہے اور اس میں کوئی مخصوص فرد یا پارٹی جیت لیتی ہے۔ظاہر ہے کہ دونوں وکیل حق پر نہیں ہو سکتے ہیں۔حق پر تو بہر حال ایک ہی فریق ہوسکتا ہے لیکن پھر بھی مقدمے کے دونوں فریق اپنے وکلاء کو وکالت کی اجرت دیتے ہیں اور وہ بھی اس بنیاد پر کہ دونوں نے اپنی طرف سے مسئلہ کو منطقی انجام تک پہنچانے میں خوب کوشش کی۔ہارنے والے وکیل کو کوئی سزا نہیں دی جاتی ہے کیونکہ اگر اس نے ہارا بھی ہوتا ہے پھر بھی اس کی ہار کو یہ سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا ہے کہ اس نے ملکی قانون کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کے سمجھنے میں اسے غلطی ہوئی اور اس کی وکالت کے پیشے کو کالعدم قرار نہیں دیا جاتا ہے بلکہ یہی وکیل کوئی دوسرا مقدمہ شاندار کامیابی کے ساتھ جیت لیتا ہے۔اور اس میں اپنا لوہا منواتا ہے۔ہاں اگر کوئی وکیل ملک کے آئین کی بنیادوں کا انکار کرے تو وہ مجرم قرار دیا جاسکتا ہے۔آئین کی بنیادوں کو للکارنا ایک اصول کی خلاف ورزی ہے اور اس کی تشریح میں

اختلاف رائے ہونا ایک فروعی مسئلہ ہے۔

(سوال) کیا چار بڑے اماموں کے درمیان کوئی اصولی اختلاف ہے؟

(جواب) نہیں۔اصولی اعتبار سے تو سب اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن حدیث اور اجماع صحابہؓ سند ہیں البتہ اس کی تشریح میں کہیں کہیں کوئی فروعی اختلاف ہے۔جہاں ہر ایک امام صاحب نے اپنی دیانت کے مطابق رائے پیش کی ہے

(سوال) یہ امام صاحبانؒ آپس میں ایک دوسرے کے مطلق کیا نظریہ رکھتے تھے؟

(جواب) اللہ ان سب کی قبروں کو نور سے بھر دے یہ سب حضرات ایک دوسرے کا بڑا اکرام کرتے تھے۔اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے استفادہ بھی کیا۔

(سوال) جن جزئی مسائل میں ان کا اختلاف ہے وہاں ان امام صاحبانؒ کے پیروؤں کو کس نام سے پکارتے ہیں۔

(جواب) جن مسائل جزئیہ میں ان کا باہمی اختلاف ہے وہاں ابوحنیفہؒ کے پیروؤں کو حنفی اور امام مالکؒ کے مقلدوں کو مالکی اور امام شافعیؒ کے ماننے والوں کو شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ کے ماننے والوں کو حنبلی کہتے ہیں۔

(سوال) ان مسائل میں ان کی پیروی کو کیا نام دیا گیا ہے؟

(جواب) ان مسائل میں ان کی پیروی کا نام تقلید ہے۔

(سوال) کیا یہ تقلید ضروری ہے؟

(جواب) ہاں یہ تقلید ضروری ہے۔کیونکہ ہر ایک کو قرآنِ مجید اور احادیث سے مسائل کا نکالنا بہت

دشوار ہے۔ یہ مجتہد کے بغیر اور کسی کا کام نہیں۔

(جاری)

ALWAYS REMEMBER

MEHRAJ OFFSET PRINTING PRESS

GOVT CONTRACTORS AND GEN.ORDER SUPPLIERS

SEPECIALIST IN

MULTICLOUR OFFSET PRINTING ,SCREEN PRINTING ,QUALITY

COMPUTERIZED DESIGNING

OPP. SHERWANI COMMUNITY HALL NH-IA BARAMULLA

CELL NO: 9469409431,8803813077,9469719990

REMEMEMBER US

SAMEER TEXTILES

G.M.COMPLEX TEHSIL ROAD BARAMULLA (KMR)

SPECIAL LADIES SUITS ,WEDDING SUITS ,PARTY WEAR

SUITS ,GENTS SUITING & SHIRTING

CONTACT US

9622841240,01952234170

ضرور مطالعہ فرمائیں

حال ہی میں سالک بلال احمد کی کتاب ''اقبالؒ اور تصور عبدیت'' یوم اقبالؒ سال ۲۰۱۱ء کے موقعہ پر کشمیر یونیورسٹی سے اجراء کی گئی جو اس موضوع پر غالباً پہلی پیشکش ہے کتاب پر شعبہ اقبالیات کشمیر یونیورسٹی کے سربراہ پروفیسر بشیر احمد نحوی صاحب کی تقریظ اور مفتی اعظم بارہمولہ کے کلمات تحسین بھی درج ہیں۔ انشاء اللہ قارئین کو اقبالؒ کے تصورِ عبدیت کے متعلق مفید معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ یہ کتاب آپ میزان پبلکیشن بٹہ مالو سرینگر اور مکتبہ راہِ نجات لون کمپلیکس متصل شروانی کیمونٹی ہال بارہمولہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ زیر نظر راہِ نجات کا پہلا خصوصی شمارہ جو ''مولانا الیاسؒ کی دینی دعوت اور کشمیر'' کے حوالے سے مرتب کیا گیا ہے مکتبہ راہِ نجات بارہ مولہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ (منیجر مکتبہ راہِ نجات بارہمولہ)

یہودیت اور عیسائیت کیا ہے؟

جہاں تک یہودیت اور عیسائیت کا تعلق ہے یہ دنیا کی وہ دو قومیں ہیں جو اسلام سے پہلے یا بالفاظ دیگر حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا کے اندر آسمانی کتابوں تورات وانجیل کے وارث تھے ۔پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انہوں نے ان آسمانی کتابوں میں تحریف (ردوبدل) کیا اور دنیا پھر اندھیرے کی طرف گامزن ہوگئی اللہ کو پھر انسانیت کے حال پر رحم آیا اور اس نے حضرت محمد ﷺ کو پوری انسانیت کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔اللہ کے اس امر میں یہود ونصاریٰ پر یہ بات گراں گذری کہ یہ پیغمبر حضرت اسماعیلؑ کی ذریت میں کیوں پیدا ہوا جبکہ خاندانی اور قومی اعتبار سے وہ اس بات کے زیادہ مستحق تھے کہ یہ پیغمبر بھی انہی کی ذریت میں سے پیدا ہونا چاہئے تھا حالانکہ ان سب پیغمبروں کا سلسلہ نسب پیچھے جا حضرت ابراہیمؑ پر جا ملتا ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے نکاح میں دو بیویاں یعنی حضرت سارہؓ اور حضرت حاجرہؓ تھیں اور بنی اسرائیل میں جتنے پیغمبر آئے وہ سب حضرت ابراہیمؑ وسارہؓ کے بیٹے حضرت اسحاقؑ کی ذریت میں سے پیدا ہوئے اور حضرت محمد ﷺ حضرت ابراہیم وحاجرہ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے پیدا ہوئے یہ اللہ کی تقسیم ہے جو ہر صاحب علم وانصاف کو دل سے تسلیم کرنی چاہئے جس وقت حضور ﷺ نے دعوت اسلام شروع کی اس وقت یہود ونصاریٰ کا یہ خیال تھا کہ وہ پیغمبر شاید ان ہی میں سے ہوگا لیکن جب وہ تشریف لائے تو یہ بات ان کے خیال میں نامناسب گذری اور انہوں نے محض ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کا انکار کیا ورنہ قرآن صاف کہتا ہے کہ **یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم** یعنی یہ حضور ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح کہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ۔جس اللہ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اسی اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو بھی پیغمبر بنا کر بھیجا۔یہی وجہ ہے کہ جن غلط عقائد کی درستی کے لئے اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا تھا یہود

ونصاریٰ ان پر جان بوجھ کر قائم رہے اور اسلام کی توحید کی تعلیم کا انکار کیا۔ایک قوم نے خدا کی خدائی کو تین حصوں مین تقسیم کیا یعنی اللہ، عیسیٰؑ اور روح القدسؑ یعنی جبرئیل اور دوسری قوم نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔

دنیا کی تمام سلطنتوں کے اندر بھی یہ ضابطہ ہے کہ کوئی بادشاہ جب کسی ماتحت حاکم کی وفات کے بعد کسی دوسرے حاکم کو اس کی جگہ تعینات کرتا ہے تو فرمانبردار رعایا اس کی نیابت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے حکم کو بجالاتے ہیں اور کوئی یہ کہہ کر انکار نہیں کرتا ہے کہ ہم اس نائب کی بات اس لئے نہیں مانیں گے کیونکہ یہ ہماری قوم میں سے نہیں ہے۔بدقسمتی سے یہی دکھ عیسائیوں اور یہودیوں کو ہوا ہے ورنہ عقلی اور نقلی طور ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے جس کی بنیاد پر وہ حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کر سکیں۔اصل اختلاف جو ہے وہ یہی ہے کہ یہ گمراہ قومیں حضور ﷺ کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتی ہیں۔جس خدا نے تورات وانجیل کو نازل فرمایا اسی نے قرآن کو بھی نازل فرمایا پھر کیا وجہ ہے کہ وہ دو کتابوں کو تو مانتے ہیں لیکن آخری کتاب قرآن کو نہیں مانتے ہیں۔جبکہ یہ کتاب سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔اور صرف تحریف (ردوبدل) ہونے کی بنیاد پر ان کتابوں کو منسوخ قرار دیتی ہے (اور وہ بھی صرف اسی خدا کے حکم سے) اصل لڑائی عیسائیوں اور یہودیوں کی مسلمانوں کے ساتھ نہیں بلکہ خدا کے ساتھ ہے کہ اس نے کیوں ان کی توقع کے خلاف ایک اور آخری پیغمبر ﷺ کو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں پیدا کیا۔ورنہ اگر ان کو قرآن کے حق ہونے میں کوئی شک ہے تو قرآن ان کو چیلنج دیتا ہے کہ **فاتو بسورۃ من مثلہ** (الخ) کہ اس جیسی ایک سورۃ لاؤ (اگر تمہیں اس کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شک ہے)۔

یہ گوناگوں مکاں تیرے لئے ہے : گلستانِ جہاں تیرے لئے ہے
پھلو پھولو پرکھ لو خیر وشر کو : یہی میری اذاں تیرے لئے ہے